بسم اللہ الرحمن الرحیم

عاجز باروی

مہر محمد عاجز باروی ساکن قصبہ سنانواں تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ (پنجاب)

فون نمبر: 0697-450067

حصہ اول

باب میری خوش نصیبی کا

حمد، سلام، نعتیں

نعت میں لکھتا رہوں مجھ پر کرم ہوتا رہے
باب میری خوش نصیبی کا رقم ہوتا رہے

آنکھ میں تصویر ہو محبوب کی دل میں ہو یاد
یہ محبت کا وظیفہ رات دن پڑھتے رہو

یہ حکمِ خاص مومن کے لئے ہے
درودِ پاک اے عاجز پڑھا کر

حمد

حمد زیبا ہے اُسی کی جو ہے ربُّ العٰلمین
اور ہیں محبوب جسکے رحمتُ اللعٰلمین

ہر کس و ناکس اُسی کے سامنے محتاج ہے
سب کا داتا سب کا مولا ہے وہ یکتا بالیقیں

حکم اس کا جاری و ساری ہے کائنات میں
اس کا منشاء گر نہ ہو تو برگ ہل سکتا نہیں

ہر صفت اس کی صفت ہے ہر عمل اس کا امر
بس یہی توحید ہے تو دل میں رکھ پختہ یقیں

سرِ وحدت آ گیا جس کو سمجھ اُس کے لئے
ہے وہی کون و مکاں میں آپ خود ہی تو مکیں

اوّل و آخر وہی ہے ظاہر و باطن وہی
پھر من و تو کا تصور کس لئے ہے دلنشیں

ماسوا اس کے جو ہے فانی ہے اور معدوم ہے
وہ مقدس ذات ہے موجود عاجزؔ ہر کہیں

راز

قُل ھُوَاللہ اَحد کا رازتو

شانِ اللہ الصَّمد کا رازتو

سرِ لَم یَلِد وَلَم یُولَد بھی تو

مطلقِ بے حد کی حد کا رازتو

لَم یَکُن لَہ کُفُواً کون ہے؟

وصفِ یکتائی احد کا رازتو

کیا زبر کیا زیر اور کیا پیش ہے

کل رموزِ شد و مد کا رازتو

کہہ گیا عاجزؔ وفورِ شوق میں

عقل کی سب رد و کد کا رازتو

سِرِّ وحدت

سوال ہے کہ خدا کہاں ہے وہ ذات مطلق جہاں تہاں ہے

یہ سارے جلوے، یہ سارے منظر نشاں ہیں اس کے جو بے نشاں ہے

یہاں وہاں کی یہ قید کیسی وہ قیدِ مکاں سے تو ہے مبرّا

یہاں وہاں کا، جہاں کہاں کا خیال باطل فقط گماں ہے

تلاش گر اس کو کرنا چاہو تو خود کو کر لو تلاش پہلے

حجاب اپنا اٹھا کے دیکھو حجاب میں تم ہو وہ عیاں ہے

جو رازِ وحدت سمجھ میں آئے تو دوئی کا نام و نشاں نہ پائے

یہ ذرہ ذرہ بتا رہا ہے وہی تو ظاہر ہے جو نہاں ہے

ہر ایک صورت اسی کی صورت ہر ایک چہرہ اسی کا چہرہ

کہ چشم بینا نے صاف دیکھا تمام شکلوں میں وہ عیاں ہے

تمام رنگوں میں اس کی رنگت تمام پھولوں میں اس کی خوشبو

وہ خود ہے بلبل وہ خود ہی گل ہے چمن میں خود ہی وہ باغباں ہے

کسی کو کہتا ہے لَن ترَانی کسی کو کہتا ہے اُدنُ منی
ہے قابَ قوسین اَوادْنیٰ مقام اس کا جو راز داں ہے

اسی نے دیکھے ہیں جلوے اس کے اسی نے سمجھی ہے شان اس کی
خودی کو زندہ کیا ہے جس نے خودی کا اپنی جو پاسباں ہے

مقام کوئی نہیں ہے ایسا جہاں نہ موجود ذاتِ حق ہو
ہر اک جگہ جلوہ گاہ اس کی، مکاں ہے، عاجزؔ کہ لامکاں ہے

حجابات

اے کاش کہ محبوب یہ اک بات بتا دے
مہجور پہ کب ہونگی عنایات بتا دے

شہ رگ سے قریں ہے وہ نظر کیوں نہیں آتا
محجوب ہے کیوں مجھ سے وجوہات بتا دے

گر مجھ سے جدا ہے تو مرے سامنے آئے
رہتا ہے کہاں اپنے مقامات بتا دے

کھل جائے یہ عقدہ کہ مری کیا ہے حقیقت
میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ مری ذات بتا دے

اس ارض کی پہنائی میں کس کے ہیں یہ جلوے
کس کے لئے قائم ہیں سماوات بتا دے

خلوت میں نہاں کون ہے جلوت میں عیاں کون
کس کے ہیں جہاں میں یہ ظہورات بتا دے

وَالشّمس میں وَالّیل میں اَنوار ہیں کیسے
وَالنّجم کے سب کھول کے حالات بتا دے

اُسراء کے جو اُسرار کا قصہ ہے وہ کیا ہے
جس رات کا یہ ذکر ہے وہ رات بتا دے

مخصوص شبِ قدر برستی ہے جو رحمت
کس رنگ میں ہوتی ہے وہ برسات بتا دے

قدرت ہے یا کہ معجزہ یا کوئی کرامت
یا کہ یہ سبھی کچھ ہیں طِلسمات بتا دے

سارے یہ مظاہر جو نظر آتے ہیں مجھ کو
کیا ہیں یہ مرے ذہنی توہمات بتا دے

ہوں اَنفس و آفاق کے گرداب میں گرداں
کب مجھ سے یہ اُٹھیں گے حجابات بتا دے

لبریز ہوا صبر کا پیمانہ اے عاجزؔ
جائیں نہ چھلک اب مرے جذبات بتا دے

محبت

نہ تھی جس دم کہیں کوئی کسی عنوان کی صورت
محبت یک بیک ابھری بنی انسان کی صورت

محبت چار حرفی لفظ ہے قرآن کی صورت
دلوں پر حکمراں ہے یہ سخی سلطان کی صورت

محبت قلبِ انساں میں بنے وجدان کی صورت
محبت ہی تو ہے ایمان کی، ایقان کی صورت

گلوں میں جس طرح بستی ہے خوشبو جان کی صورت
مرے دل میں مکیں ہے یہ مرے ایمان کی صورت

سمجھ آئے جو کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَان کی صورت
عیاں ہو گی کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَان کی صورت

نگہ جس سمت اٹھے گی نظر آئے گا وجہُ اللہ
ترے اندر اگر ہو گی کوئی پہچان کی صورت

محبت میں فنا ہو کر محبت آشنا ہو جا
محبت کی قسم بس ہے یہی عرفان کی صورت

محبت ہی میں بسطامی پکار اٹھے تھے سُبحانی

دکھائی دی جو اپنی شکل میں سُبحان کی صورت

یہ اعجازِ محبت تھا انا الحق کہنے والے کو

نظر آئی تھی اپنے آپ میں یزدان کی صورت

نہ ہو آفاق میں گم تو حقیقت کو سمجھ ناداں

خدا پنہاں ہے تجھ میں کر کوئی پہچان کی صورت

رحیمی اور غفاری محبت ہی کی شکلیں ہیں

محبت جوش میں آ کر بنی رحمان کی صورت

محبت کیا ہے تو کیا ہے محبت کا خدا کیا ہے؟

یہ نکتہ گر سمجھنا ہے سمجھ انسان کی صورت

محبت اور محمدؐ کی حقیقت ایک ہی تو ہے

محبت ذوقِ پنہانی محمدؐ شان کی صورت

نہ اس کی ابتداء کوئی نہ اس کی انتہا کوئی

محبت دائمی جو ہر عدم پایان کی صورت

محبت سِرِّ سر بستہ ہے یہ اس پر ہی کھلتا ہے

تصور میں رہے جس کے فقط یزدان کی صورت

محبت قلب کی جاں ہے جو جاں ہے قلب قالب کی

یہ تینوں مل کے بن جاتے ہیں اک انسان کی صورت

خلوص و پیار سے تھا یہ جہانِ رنگ و بو خالی

محبت ہی یہاں آ کر بنی احسان کی صورت

مسافر بن کے آئے ہیں ادھر سے ہم ادھر عاجزؔ

یہاں رہنا ہے بس دو چار دن مہمان کی صورت

نہ ہو کیوں اس پہ عاجزؔ رات دن فیضان کی بارش

بسی ہو قلب میں جس کے محبت جان کی صورت

سب سے پہلے

کس نے کس سے پیار کیا تھا سب سے پہلے
الفت کا اقرار کیا تھا سب سے پہلے

تنہائی میں ایک اکیلا کون لٹا تھا
عشق نے کس پر وار کیا تھا سب سے پہلے

اک مخفی مخزن نے کس کے پیار کی خاطر
خود اپنا اظہار کیا تھا سب سے پہلے

حکم اَلَستُ بِرَبِّکُم کو سن کر کس نے
قالُوا بَلیٰ اقرار کیا تھا سب سے پہلے

تاجِ نیابت سر پر رکھ کر اس نے میرے
رتبے کا پرچار کیا تھا سب سے پہلے

عظمتِ آدم کے منکر نے کس نخوت سے
سجدے کا انکار کیا تھا سب سے پہلے

ایک ادنیٰ لغزش پر کتنی مدت ہم نے
وردِ استغفار کیا تھا سب سے پہلے

پیار کی آگ میں کودنے والا کون تھا جس نے
شعلوں کو گلزار کیا تھا سب سے پہلے

ذات صفات کے مظہر نے خود ذات سے عاجز
دیکھنے کا اصرار کیا تھا سب سے پہلے

قطعہ

صدائے کُن فیکوں کے وہ راز ہائے نہاں
تقیدات کے پردے میں ہو رہے ہیں عیاں
نگاہِ عشق نے توحید کے مزے لوٹے
تعینات کی الجھن میں ہے خرد غلطاں

سلام

رحمۃ اللعٰلمین سرکار پر لاکھوں سلام

خالقِ کونین کے شہکار پر لاکھوں سلام

وہ ظہورِ اولیں محبوبِ ربّ العٰلمین

نورِ علیٰ نور کے اظہار پر لاکھوں سلام

ہاتھ جن کے ہیں یدُ اللہ اور وجہُ اللہ منہ

ان کے سیما و لب و رخسار پر لاکھوں سلام

والضحیٰ واللیل کے القاب ہیں جن کیلئے

روئے انور گیسوئے خمدار پر لاکھوں سلام

میٹھی میٹھی پیاری پیاری دل لبھاتی گفتگو

پھول برساتی ہوئی گفتار پر لاکھوں سلام

سارا قرآں پاک ہے تفسیرِ اخلاقِ عظیم

بے نظیر و بے مثال اطوار پر لاکھوں سلام

قربتیں اتنی بڑھیں کہ فاصلے سب مٹ گئے

قابَ قوسین اَو اَدنیٰ پیار پر لاکھوں سلام

خانہ کعبہ، حجرِ اسود، کوہ مروہ اور صفا

عظمتوں کے یادگار آثار پر لاکھوں سلام

جبلِ رحمت، جبلِ نور و غارِ ثور و کوہ احد

پاک نسبت والے ان کہسار پر لاکھوں سلام

جس مبارک غار میں قرآن اترا پہلی بار

اس مبارک شان والی غار پر لاکھوں سلام

خود خدا قسمیں اٹھائے جس مقدس شہر کی

اس کے پیارے کوچہ و بازار پر لاکھوں سلام

ہو نہیں سکتی بیاں توصیف روضہ پاک کی

سبز گنبد جالی و مینار پر لاکھوں سلام

رات دن انوار کی بارش برستی ہے وہاں

اس برستی بارش انوار پر لاکھوں سلام

جملہ اصحابِ نبی و جملہ عشاقِ رسول

اولیاء اللہ سب ابرار پر لاکھوں سلام

یارِ غار و عمر و عثمان و علی المرتضٰے
جانشینانِ نبی مختار پر لاکھوں سلام

اُمّہاتُ المومنین و اہلِ بیت و پنجتن
آلِ اطہر عترتِ اطہار پر لاکھوں سلام

شاہِ مرداں شیرِ یزداں صاحبِ سیفِ نبی
فاتحِ خیبر حیدرِ کرّار پر لاکھوں سلام

پیکرِ صبر و رضا حضرت حسین ابنِ علی
قافلۂ عشق کے سالار پر لاکھوں سلام

سلسلہ سادات کا قائم رہا جس ذات سے
اس مسافر عابدِ بیمار پر لاکھوں سلام

ہے محبت کا تقاضا رات دن پڑھتے رہیں
اپنے آقاؐ مونس و غمخوار پر لاکھوں سلام

رَبِّ اکبر اور فرشتے بھی تو پڑھتے ہیں درود
ہم بھی عاجزؔ سب پڑھیں سرکار پر لاکھوں سلام

نعت شریف

حمد لکھتا ہی رہوں ہر دم خدائے پاک کی
نعت بھی پڑھتا رہوں میں صاحبِ لولاک کی

محو ذکر و فکر میں ہو جاؤں ایسا کہ مجھے
کچھ خبر اپنی رہے نہ گردشِ افلاک کی

آپؐ کے شایانِ شاں میں نعت کیسے لکھ سکوں
پہنچ ممکن ہی نہیں جب کہ مرے ادراک کی

کتنے ارماں لے کے آ پہنچا مدینے شہر میں
حسرتیں ہو جائیں پوری سب کی سب غمناک کی

کاش بہہ جائیں گنہ اشکِ ندامت میں مرے
یوں پذیرائی ہو میرے دیدۂ نمناک کی

کوچۂ محبوب میں ہو جائے گر مدفن مرا
قدر بڑھ جائے گی میری قبر والی خاک کی

حشر کے میدان میں رُسوا نہ ہو جاؤں کہیں
لاج رکھ لینا وہاں آقاؐ گریباں چاک کی

آپؐ کے بحرِ کرم کے سامنے شاہِ اُمم

حیثیت کیا ہے گناہوں کے خس و خاشاک کی

گر جنوں کے جوش میں ہو جائیں کچھ بے باکیاں

بخش دینا ہر خطا اس عاجزؔ بے باک کی

نعت شریف

نعت میں لکھتا رہوں مجھ پر کرم ہوتا رہے

باب میری خوش نصیبی کا رقم ہوتا رہے

دم میں دم آتا رہے دم آپ کا بھرتا رہوں

تذکرہ بس آپؐ کا ہی دم بدم ہوتا رہے

خوگرِ تسلیم ہو جاؤں میں آقا اس قدر

آپؐ کے ہر حکم پر سر میرا خم ہوتا رہے

ذوق و شوق و جذب و مستی میں ہو ایسی کیفیت

سازِ دل بجتا رہے اور زیر و بم ہوتا رہے

قلب پر انوار کی بارش برستی ہی رہے

مجھ پہ یہ لطف و کرم شاہِ امم ہوتا رہے

اے قلم تو کر رقم وہ نعت کہ جس نعت میں

آنکھ کو نظارہ لوح و قلم ہوتا رہے

نعت لکھتے اور پڑھتے عمر ہو عاجزؔ تمام

زندگی کی شام تک یونہی پیہم ہوتا رہے

نعت شریف

اک روز کریں گے وہ کرم آس ہے مجھ کو

رکھیں گے محبت کا بھرم آس ہے مجھ کو۔

دیدار کرانے کے لئے چشمِ حزیں کو !!

دکھلائیں گے رُخِ شاہِ اُمم آس ہے مجھ کو

محبوب کی محبوب نگاہوں کی ادا سے

تقدیر کے سب سلجھیں گے خم آس ہے مجھ کو

وہ روزِ سعید آئے گا اک بار دوبارہ

میں جاؤں گا پھر سوئے حرم آس ہے مجھ کو

تحریر یہ ہو جائے گی مقبول یقیناً !

مایوس نہ ہو میرے قلم آس ہے مجھ کو

بن جائے گی بخشش کے لئے ایک بہانہ

یہ نعت جو کرتا ہوں رقم آس ہے مجھ کو

بیدار مرا بخت بھی ہو جائے گا' عاجزؔ

مٹ جائیں گے سب رنج والم آس ہے مجھ کو

نعت شریف

نعت ہم کیا لکھ سکیں اے رحمت اللعٰلمین

پڑھ رہا ہے آپؐ پر صلوات ربُّ العالمین

نعت گوئی کے لئے تو شرط ہے پاکیزگی

ہم کہاں سے لائیں آقا باوضو فکرِ حسیں

کونسا ہے وصف ایسا جو نہیں ہے آپؐ میں

کُلّھم اوصاف کے موصوف ختم المرسلیں

آپ خود ارفع واعلیٰ آپؐ کا اعلیٰ نسب

آل بھی اعلیٰ ہے جس کا کوئی بھی ہمسر نہیں

عرشِ اعظم سے بھی اونچا مرتبہ اس در کا ہے

جس مقدس در پہ دربانی کریں روح الامیں

اُدنُ مِنّی کے تقاضے عرش پر ہوتے رہے

لَن ترانی کی صدائیں طور پر موسےٰ سنیں

نعت گو شعراء کے زمرے میں لکھا جائیگا تو

ہے مٹھاس عاجزؔ ترے شعروں میں مثلِ انگبیں

نعت شریف

مدینہ مدینہ پکارے چلا جا
مدینے کی جانب اے پیارے چلا جا

جہاں رحمتِ حق برستی ہے ہردم
وہاں اے محبت کے مارے چلا جا

وہیں دل کے زخموں کا اِندمال ہوگا
یہ زخم اپنے لے کر تو سارے چلا جا

تری چارہ سازی بھی ہوگی یقیناً
چلا جا چلا جا بچارے چلا جا

نکل جا غموں کے سمندر سے بچ کر
سنبھل کر کنارے کنارے چلا جا

مگن رہ مدینے کی سچی لگن میں
اسی دھن میں تو دن گذارے چلا جا

پڑھے جا درود و سلام آتے جاتے
نصیب اپنا عاجز سنوارے چلا جا

نعت شریف

مُعطّر مُعطّر فضائے مدینہ
مُعنبر مُعنبر ہوائے مدینہ

زہے خوش نصیبی کہ میرے لبوں پر
ثنائے محمد ثنائے مدینہ

مرے دل کی بے تابیاں لیتے جانا
نسیمِ سحر تو جو جائے مدینہ

خدارا مجھے بھی ذرا بھیک دے دو
کہ میں بھی تو ہوں اک گدائے مدینہ

بس عاجز کی اب تو تمنا یہی ہے
خدا زندگی میں دکھائے مدینہ

نعت شریف

اے کاش چلا جاؤں اک بار مدینے میں
قسمت مری ہو جائے بیدار مدینے میں

جینے کو تو جیتے ہیں بے کیف سا جینا ہے
اے کاش چلے جائیں حبدار مدینے میں

بے کیف محافل میں کچھ لطف نہیں آتا
میں کاش پڑھوں جا کر اشعار مدینے میں

تقدیر سنور جائے اے جذبۂ دل اپنی
ہو جائے اگر جانا اک بار مدینے میں

تفسیر وفا کی ہیں تنویر حیا کی ہیں
رہتے ہیں جو اے یار وحبدار مدینے میں

کیوں رند کھٹکتے ہیں زاہد کی نگاہوں میں
فریاد کریں چل کر میخوار مدینے میں

افضل ہے کہیں تم سے عاجز سگ طیبہ بھی
روضہ کا جو کرتا ہے دیدار مدینے میں

لعت سریف

اس آس پہ آئے ہیں نادار مدینے میں
بستے ہیں غریبوں کے غمخوار مدینے میں

یثرب جسے کہتے تھے وہ دارِ شفا ہے اب
ہو جاتے ہیں سب اچھے بیمار مدینے میں

رحمت کی گھٹائیں ہیں چھائی ہوئی طیبہ پر
دن رات برستے ہیں انوار مدینے میں

کج فہمیِ امت کا طیبہ میں ہے بس درماں
ہو جاتے ہیں پاکیزہ افکار مدینے میں

سربستہ حقائق کا ہوتا ہے وہاں عرفاں
کھلتے ہیں حقیقت کے اسرار مدینے میں

ہے شرط محبت میں لب اپنے سیئے رکھنا
خم سر کو کئے رکھنا اے یار مدینے میں

اک جرمِ محبت ہے اشکوں کا بہانا بھی
پر ضبط نہیں ہوتا زنہار مدینے میں

ہے سوئے ادب اے دل اشکوں سے نہ ہو جائے

سوزِ غمِ پنہاں کا اظہار مدینے میں

دل کے جو مچل جائیں جذبات بھرم رکھنا

قسمت سے میں آ پہنچا سرکار مدینے میں

میخانہ ء وحدت سے توحید کی مے عاجز

پیتے ہیں عقیدت سے میخوار مدینے میں

نعت شریف

دل و جان سے کر احترامِ محمد ﷺ

ہے ارفع و اعلیٰ مقامِ محمد ﷺ

زمانے کے سلطاں گدائے محمد ﷺ

زمانے کے رہبر غلامِ محمد ﷺ

شریعت کی رسی کو مضبوط پکڑو

نظامِ خدا ہے نظامِ محمد ﷺ

ہوا مصر میں حسنِ یوسف کا چرچا

"زمانے میں چمکا ہے نامِ محمد" ﷺ

خوشا بخت اے سرزمینِ مدینہ

ہوا تیرے اندر قیامِ محمد ﷺ

نکیرین پوچھیں گے جب مجھ سے آ کر

سنا دوں گا ان کو سلامِ محمد ﷺ

مرا جسم قرباں مری جان صدقے

برائے محمد ﷺ بنامِ محمد ﷺ

مزمل، مدثر، مبشر، مصدق

مبارک مبارک ہیں نامِ محمد ﷺ

محمد ﷺ کی باتیں قضاء و قدر ہیں

رضائے خدا ہے کلامِ محمد ﷺ

تو عاجزؔ محمد ﷺ محمد ﷺ کہے جا

پڑھے جا درود و سلامِ محمد ﷺ

نعت شریف

مرا ایماں ہے احسانِ محمد ﷺ

مرا احساس فیضانِ محمد ﷺ

ہے جاری بارشِ انوارِ رحمت

منور ہے شبستانِ محمد ﷺ

عنادل محوِ مستی ہیں چمن میں

معطر ہے گلستانِ محمد ﷺ

ہیں چشمے علم و عرفاں کے جہاں میں

تلامیذِ دبستانِ محمد ﷺ

عطا کر مجھ کو بھی یارب ذرا سا

شعورِ نعت گویانِ محمد ﷺ

ذرا لطف و کرم سے دو تسلی

تڑپتے ہیں مریضانِ محمد ﷺ

دل مضطر تڑپتا رہ مسلسل

کبھی تو ہو گا فیضانِ محمد ﷺ

گلے مل کر سکوں سے سو رہے ہیں
مدینے میں فدایانِ محمد ﷺ
ہویدا ہوگی محشر میں اے عاجزؔ
شفیع المذنبیں شانِ محمد ﷺ

نعت شریف

میں دستِ ساقیِ ء گلفام چوموں
پھر ان ہاتھوں سے لے کر جام چوموں
مجھے ہے بس یہی اک کام' چوموں
عقیدت سے میں ان کا نام چوموں
نظر سے دوں لب و عارض کو بوسے
ادب سے میں رخِ گلفام چوموں
جبیں سے چومتا جاؤں مدینے
رہِ طیبہ کو ہر ہر گام چوموں
خدایا روضۂ اقدس کے جا کر
در و دیوار چوموں ' بام چوموں
کسی بھی وقت میں فارغ نہ بیٹھوں
درِ اقدس کو صبح و شام چوموں
سرور و کیف و مستی میں مچل کر
نگاہوں سے چھلکتے جام چوموں

مجھے مشرک کہیں، سب کور باطن

محبت سے جو ان کا نام چوموں

مگن ہے تو فقط ان کی لگن میں

تجھے میں اے دلِ خوش کام چوموں

یَدُاللہ فوقَ اَیدِیہم خدا نے

کہا جن کو میں ان کا نام چوموں

رفیقِ غار کی سنت ہے عاجزؔ

میں جب چوموں بصد اکرام چوموں

نعت شریف

مصیبت میں کسی نے جب پکارا یا رسولَ اللہ ﷺ

تو بن گئے آپ بے چارے کے چارہ یا رسولَ اللہ ﷺ

میں گردابِ حوادث میں گھرا ہوں ڈوبنے کو ہوں

مجھے ایسے میں دے دیجیے سہارا یا رسولَ اللہ ﷺ

مری امید بر آئے مری بگڑی بھی بن جائے

اگر چشمِ کرم کا ہو اشارہ یا رسولَ اللہ ﷺ

عطا کر دو مجھے سوز و گدازِ رومی و جامی

مُری قسمت کا بھی چمکے ستارہ یا رسولَ اللہ ﷺ

مرے ہاتھوں میں دامن آپ کا آئے نہ پھر چھوٹے

میں وابستہ رہوں دائم خدارا یا رسولَ اللہ ﷺ

میں غرقِ بحرِ عصیاں ہوں کرم لِلّٰہ ذرا کیجیے

کہ ہو جائے گناہوں سے کنارہ یا رسولَ اللہ ﷺ

ہمارے آقا و مولا ہمارے ملجاء و ماوی

ہمیں بس آپ ہی کا ہے سہارا یا رسولَ اللہ ﷺ

خطا پھر بخش دی اللہ نے آدم کی حوا کی

زباں پر نام جب آیا تمہارا یا رسول اللہ ﷺ

مریضِ عشق کی قسمت پہ قرباں کیوں نہ ہو عاجز

کہ جس کے لب پہ ہے بس نام پیارا یا رسول اللہ ﷺ

نعت شریف

وہ پیکر نور کے بدر الدجیٰ خیر الوریٰ آئے

شبِ ظلمت ہوئی کافور جب شمس الضحیٰ آئے

بتوں نے سر کے بل گر کر کیا تعظیم کا سجدہ

جہاں میں جب حبیبِ کبریا نور الہدیٰ آئے

سخی الاسخیاء کی شان کیا کہنے سبحان اللہ

کہ لینے بھیک اس در سے شہنشاہ و گدا آئے

ھُوَ الاوّل، ھُوَ الآخر، ھُوَ الظاہر، ھُوَ الباطن

یہی اک راز سمجھانے امام الانبیاء آئے

کسی کو کیا خبر اس کی کوئی یہ راز کیا جانے

وہ چھپ کر میم کے پردے میں بن کر کیا سے کیا آئے

مبارک ہو مبارک ہو گنہگارو مبارک ہو

شفیع المذنبیں بن کر محمد مصطفیٰ آئے

فرشتو چھوڑ دو مجھ کو کہ اب میرے چھڑانے کو

"وہ آئے جن کے استقبال کو سب انبیاء آئے"

عقیدت سے بھلا چومیں نہ کیوں اسمِ محمد کو

بڑی تسکین ہوتی ہے بڑا اس میں مزا آئے

جنون وجذب ومستی میں کمی ہرگز نہ ہو عاجزؔ

وہ کم ظرفِ محبت ہے کمی جس میں ذرا آئے

نعت شریف

سکونِ دل وجان زیروزبر ہے

محبت میں بیتاب دل ہے جگر ہے

نہ طاقت سفر کی نہ رختِ سفر ہے

فقط ان کی رحمت پہ اپنی نظر ہے

مبارک ہو ان کو مبارک ہو ان کو

مدینے کا در پیش جن کو سفر ہے

درِ مُصطفٰی پر جبیں جس نے رکھ دی

وہی کامراں ہے وہی بختور ہے

اسے دو جہاں سے بھلا کیا غرض ہو

رخِ یار پر جس کی ہر دم نظر ہے

نگاہِ کرم کا فقط ہوں میں طالب

مری آرزو کس قدر مختصر ہے

سفر میں حضر میں تصور میں ہر دم

"مری سبز گنبد کی جانب نظر ہے"

میں دن رات کن ان کے گا تا رہونگا

کرم ان کا ہر دم مرے حال پر ہے

برستے ہیں انوار دل پر جو عاجز

یہ پیرِ طریقت کا فیضِ نظر ہے

نعت شریف

دنیائے دوں فضول ہے نہ تو فضول مانگ

گر مانگنا ہے تو فقط حبِّ رسول مانگ

وہ مائلِ کرم ہیں دعا مانگ خوب مانگ

پاؤں میں پڑ کے ان کے کفِ پا کی دھول مانگ

شہداء وانبیاء کی رفاقت کے واسطے

زمرۂ صالحین میں اپنا شمول مانگ

توصیفِ اہلِ بیت بھی ہوتی رہے مدام

اور ان کی پیروی کے سنہری اصول مانگ

خاطر میں لا نہ وقت کے شمر و یزید کو

ربِّ علی سے اسوۂ ابنِ بتول مانگ

محبوب کی گلی میں ہی ہو گا سکوں نصیب

نشتر مدینہ پاک میں اذنِ دخول مانگ

جا کر درِ حبیب پہ عجز و ادب کے ساتھ

تہہ دل سے مانگ فرطِ عقیدت کے پھول مانگ

مایوس ہو نہ اے دلِ مضطر امید رکھ
ہوں گی ضرور تیری دعائیں قبول مانگ

عاجزؔ تو فکرِ نعت میں رہ محو رات دن
ہر وقت رحمتوں کا ہو تجھ پر نزول مانگ

قطعہ

رحم و کرم کی بھیک مُجیبُ الدعا سے مانگ
سر کو جھکا اور اشک بہا التجا سے مانگ
دامن پھیلا کے بیٹھ جا روضے کے سامنے
محبوبِ مصطفےٰ کے وسیلے خدا سے مانگ

نعت شریف

پیکرِ مہر و محبت، منبعِ علم و یقین
مخزنِ جود و سخا ہیں رحمتہ اللعالمین

راحتِ قلب و نظر ہیں صاحبِ خُلقِ عظیم
آپکی گفتار میٹھی، روح پرور، دلنشین

میری آہیں بااثر ہوں، دیں مرا سینہ اجال
آپؐ محبوبِ خدا ہیں آپؐ فخر المرسلین

آپؐ کی انگشت اٹھی ہی تھی سوئے آسمان
ٹوٹ کر قدموں میں سجدہ ریز تھا ماہ مبین

وہ امام الانبیاء، خیر البشر، خیر الانام
کر سکا نہ ہمرکابی جن کی جبریلِ امین

وَالضُحیٰ وَالّیل کے القاب، قرآنِ عظیم
آپؐ کو دیتا ہے اے ماہِ منور مہ جبین

آپؐ وہ شہکار خالق جس پہ ہے خالق کو ناز
آپ کا ہمسر نہ کوئی آپ سا دیکھا حسین

میری لغزش میرے عصیاں میرے نسیان وگناہ

آبِ رحمت سے مٹا دو رحمت اللعالمین

لو خبر عاجز کی بھی بیتاب ہے بیمارِ عشق

ہجر میں ہے یہ تڑپتا رات دن اندوہگین

آقا حسینؓ

سرفروشی جاں نثاری کی ادا آقا حسینؓ

کاروانِ عاشقاں را رہنما آقا حسینؓ

روشنی پھیلا گیا کونین میں ان کا لہو

چارسو بکھرا گئے رنگیں ضیاء آقا حسینؓ

آندھیاں ظلم وستم کی کیا بجھائیں گی اسے

کر گئے روشن جو اک شمعِ وفا آقا حسینؓ

قوتِ ابلیس کے آگے نہ ہرگز وہ جھکے

عظمتِ انسانیت کی ہیں اَنا آقا حسینؓ

حاکمِ جابر کے آگے کلمۂ حق کہہ گئے

دردمندوں بے نواؤں کی نوا آقا حسینؓ

صبر کی منزل سے گذرے اور اف تک بھی نہ کی

تھے مجسم سرتا پا صبرورضا آقا حسینؓ

کون ہے جس نے تہِ خنجر کیا سجدہ ادا

وہ عبادت کی نہایت انتہا آقا حسینؓ

راکبِ دوشِ پیمبر راکبِ نوکِ سناں
اوج پر ہر حال میں تھے برملا آقا حسینؑ

نام ان کا لے کے دل کو ہوتا ہے کتنا سکوں
میرے ہر غم کی تو عاجزؔ ہیں دوا آقا حسینؑ

قطعہ

مصلحت بینی کے فوراً دے بجھا سارے چراغ
عشق سے لبریز کر لے اپنے دل کا تو ایاغ

اس کے اندر جھانکتا رہ پھر کہ آخر ایک روز
مل ہی جائے گا تجھے عاجزؔ حقیقت کا سراغ

حصہ دوم

نگاہِ شوق کے لئے

غزلیں اور قطعات

تجلّیوں کو پالیا تجلّیوں میں کھو گئے

نگاہِ شوق کے لئے تجلّیاں حجاب ہیں

غزل

محبت کا میں جب پیغام لونگا

نگاہوں سے چھلکتا جام لونگا

دلِ مضطر کو کچھ تسکین ہوگی

تڑپ کر جب تمہارا نام لونگا

سنبھلنے دے مجھے اے بیقراری

دلِ ناکام سے کچھ کام لونگا

خوشا وہ وقت کب لائے مقدر

تمہارے ہاتھ سے جب جام لونگا

بھری محفل میں میری لاج رکھنا

مچل کر جب میں دامن تھام لونگا

ترے در پر مجھے لایا مقدر

میں مقسوم اپنا اے قسام لونگا

بہک جاؤں گا اک دن بیخودی میں

میں اس لغزش کا بھی الزام لونگا

تمہارے نام پر کیوں حرف آئے

ہر اک تہمت میں اپنے نام لونگا

ہوا بیدار بختِ خفتہ عاجزؔ

دلِ حوش کام سے اب کام لونگا

قطعہ

جام ساقی نے جب اٹھایا تھا

اک حسیں سا فریب کھایا تھا

پڑھ کے لاتقنطوا کی تفسیریں

ذوقِ عصیاں گلے لگایا تھا

غزل

تمہارے ہاتھ میں جب جام ہوگا

نہ کوئی رند تشنہ کام ہوگا

کوئی دیوانہ جب بدنام ہوگا

مری جاں آپ کا بھی نام ہوگا

قتیلانِ نگاہِ نازنیں میں

سرِ فہرست میرا نام ہوگا

گنہگاروں ہی کا مقسوم ہے وہ

تری رحمت کا جو انعام ہوگا

چمن میں رقص ہے برق و شرر کا

نشیمن میں مچا کہرام ہوگا

نہیں ہے کوئی گل بھی چاک داماں

ترا نالہ اے بلبل خام ہوگا

جفائے یار کا شکوہ شکایت
وفا کے نام پر الزام ہوگا
دمِ آخر ہی گر آجائیں گے وہ
دمِ آخر تو کچھ آرام ہوگا
گیا اٹھ کر جو تشنہ کام عاجزؔ
تمہارا میکدہ بدنام ہوگا

قطعہ

ہیں قریبِ رگِ جاں جانِ جاں
کون کہتا ہے دور رہتے ہیں
میں اکیلا کبھی نہیں رہتا
ساتھ میرے حضورؐ رہتے ہیں

غزل

محبت کو سینے سے جس دم لگایا
تڑپنے لگا دل، جگر تھرتھرایا
جونہی میں نے اشکِ ندامت بہایا
تو رحمت کو بے ساختہ جوش آیا
نگاہوں پہ چھانے لگی چاندنی سی
لبِ بام جب رشکِ مہتاب آیا
گماں ماہِ کامل کا ہونے لگا تھا
نقاب اس نے جب اپنے رخ سے ہٹایا
تری یاد کو کیسے دل سے بھلادوں
تری یاد نے مجھ کو شاعر بنایا
تری دید میں تھی مری عید پیارے
نہ تو عید کے دن لبِ بام آیا
کوئی جا کے میرے مسیحا سے کہہ دے
مریضِ محبت نے تجھ کو بلایا
اٹھانے سے جسکے فلک بھی تھا عاجزؔ
وہ بارِ گراں ہم نے دل پر اٹھایا

غزل

آرزوئے دل کا دل میں آبلہ رہ جائے گا
خونِ دل رستا رہا تو دل میں کیا رہ جائے گا

زندگانی سے بظاہر رابطہ رہ جائے گا
آرزوئے دل گئی تو دل میں کیا رہ جائے گا

چارہ گر نہ کر سکیں گے دردِ فرقت کا علاج
ہچکیاں لیتا مریض لا دوا رہ جائے گا

ڈوب جائیں گی مریضِ غم کی نبضیں ایک دن
اور بالیں پر مسیحا چپ کھڑا رہ جائے گا

روح کا پنچھی پروں کو تول کر اڑ جائے گا
جسم کا خالی یہاں پنجرا پڑا رہ جائے گا

سر جھکا کر چپکے چپکے جانے والا کون تھا؟
راستے کا ذرہ ذرہ پوچھتا رہ جائے گا

منزلوں کے کھوج میں اک روز کھو جاؤنگا میں
اور میرا منتظر ہر راستہ رہ جائے گا

وہ تو سو جائیں گے تاروں کی گھنیری چھاؤں میں
چشمِ تر کے واسطے اک رت جگا رہ جائیگا

ہم تو دیوانے ہیں لے لیں گے جنوں سے کوئی کام
تو خرد کے موڑ پر ہی سوچتا رہ جائیگا

مصلحت کی خود فریبی میں خودی کھو جائے گی
اپنے ہونٹوں پر فقط لفظِ انا رہ جائے گا

نفرتوں کی آندھیاں یونہی اگر اٹھتی رہیں
کون صحرائے وفا میں باوفا رہ جائے گا

اپنے اندر جب مجھے انکا پتہ مل جائے گا
انکے میرے درمیاں کیا فاصلہ رہ جائے گا

داستانِ حسرتِ دل پوچھ مت عاجزؔ کہ تو
خونچکاں آنکھوں سے آنسو پونچھتا رہ جائے گا

غزل

اٹھ کے پہلو سے گیا دردِ جدائی دے گیا

آشنا تھا اِک سزائے آشنائی دے گیا

کس نے دیکھا کس نظر سے پڑ گئے چہرے پہ داغ

کون تھا جو چاند کو یہ منہ دکھائی دے گیا

پہنچ پایا نہ حریمِ ناز تک تو ہار کر

طائرِ ادراک درسِ نارسائی دے گیا

بوسہ زن ہو کر جنوں محبوب کی دہلیز پر

نارساؤں کو وہ عنوانِ رسائی دے گیا

کون مکتب میں گیا تھا ہاتھ میں کاسہ لئے

قوم کے بچوں کو جو خوئے گدائی دے گیا

کس نئی تہذیب سے طرزِ تعلّم کا اثر

نونہالانِ چمن کو کج ادائی دے گیا

فکرِ مکتب کا ہے یہ اعجاز کہ مسجد سے آج

لاش بھائی کی اٹھا کر ایک بھائی دے گیا

گو کہ ہیں آزاد گلشن میں سکوں حاصل نہیں

تو ہمیں صیاد یہ کیسی رہائی دے گیا

نفرتوں کی آندھیوں میں، اُڑ گئے عاجز حواس

اپنا یہ طرزِ تنفر جگ ہنسائی دے گیا

قطعہ

فقیہہ شہر رقابت کی بات کرتے ہیں

ستم ظریف قیامت کی بات کرتے ہیں

ابھی نہ چھیڑیں حساب و کتاب کی باتیں

ابھی تو لوگ محبت کی بات کرتے ہیں

غزل

ہم کو اس تہذیبِ نو میں کیا سے کیا سمجھا گیا
اب ہماری سادگی کو بھی ریا سمجھا گیا

کارواں محرومِ منزل ہے ابھی تک اس لیے
راہزن ثابت ہوا جو رہنما سمجھا گیا

جس جگہ بھی آپکا نقشِ کفِ پا مل گیا
اس جگہ کا ذرہ ذرہ کیمیا سمجھا گیا

اُدْنُ مِنّی کے تقاضے عرش پر ہوتے رہے
فاصلہ کچھ بھی نہ تھا جو فاصلہ سمجھا گیا

کر دیا گم ہم نے اپنی ذات کو اس ذات میں
مدعا اپنا نہ اپنا مدعا سمجھا گیا

چارہ گر بھی کر سکے نہ چارۂ دردِ جگر
میرے درد دل کو دردِ لا دوا سمجھا گیا

کر سکے عاجزؔ نہ ہم دستِ طلب اپنا دراز
ہاتھ پھیلانا جو توہینِ اَنا سمجھا گیا

غزل

جانِ جاں سمجھا گیا جانِ وفا سمجھا گیا
اس بتِ رنگیں ادا کو کیا سے کیا سمجھا گیا

اے دلِ ناداں تری اس سادگی ہی کے طفیل
اس وفا نا آشنا کو باوفا سمجھا گیا

وہ ستمگر مجھ پہ ہی جور و ستم کرتا رہا
صرف میرا دل سزاوارِ سزا سمجھا گیا

ہم تو اپنی جان دے کر جان سے جاتے رہے
اس کی بزمِ ناز میں یہ بھی ریا سمجھا گیا

راستے میں آ گئے تھے وہ اچانک سامنے
شومئی قسمت اسے بھی حادثہ سمجھا گیا

اے ہماری قوم تیری سادگی کو کیا کریں
راستے میں جو ملا وہ رہنما سمجھا گیا

روشنی کے واسطے عاجزؔ شبِ دیجور میں
میرے جلتے دل کو اک جلتا دیا سمجھا گیا

غزل

جس ستمگر کیلئے مشہور دیوانہ ہوا
مجھ کو مجھ سے کر کے بیگانہ، وہ بیگانہ ہوا

کسقدر رسوا ہوئے ہم وحشتِ دل کے طفیل
قریہ قریہ کوچہ کوچہ اپنا افسانہ ہوا

ہو گئیں آباد آ کر اس میں کتنی صورتیں
میرا دل ان کی نظر میں گویا بتخانہ ہوا

چار تنکوں کے لئے لپکیں فلک سے بجلیاں
کیوں گراں انکی نظر میں میرا کاشانہ ہوا

شمع اپنی آگ میں جلتی رہی ہے رات بھر
دم زدن میں خاک کیوں کم ظرف پروانہ ہوا

موسمِ گل بھی ہے اور کالی گھٹا بھی میکشو
کچھ جنوں سے کام لو کیوں بند میخانہ ہوا

حسرتِ ناکام عاجزؔ دل میں آ کر بس گئی
خیر اچھا ہو گیا آباد ویرانہ ہوا

غزل

تو خفا ہم سے جو اے جانِ جہاں ہونے لگا
ہم پہ پھر سارا جہاں نامہرباں ہونے لگا

بجلیاں گرنے لگیں بے تابیاں بڑھنے لگیں
اب تبسم بھی ترا دل پر گراں ہونے لگا

پھر تمناؤں پہ میری اک نگاہِ برق پاش
پھر مکمل از سرِ نو آشیاں ہونے لگا

ہائے اس رازِ محبت کو چھپاؤں کس طرح
"ہر نفس خاموشیوں کا ترجماں ہونے لگا"

مرتبہ کیا پوچھتے ہو حضرتِ انسان کا
عرشِ اعظم پر خدا کا مہماں ہونے لگا

قدسیوں کو کیا خبر کیا راز کی باتیں ہوئیں
کوئی ان کے درمیاں کیوں رازداں ہونے لگا

جاگتا رہ جاگ جائیگی تری تقدیر بھی
عاجزؔ خوش کام اب ایسا گماں ہونے لگا

غزل

چارہ گر میرے لئے کچھ کم ہے یہ بیداد کیا
زخم جب بھر جائیں گے آئیں گے پھر وہ یاد کیا

نوچ ڈالے بال و پر اب قید کیا آزاد کیا
"مجھکو یکساں ہے چمن کیا خانۂ صیاد کیا"

ہے عبث فریاد کرنا اب قفس میں ہمصفیر
کیا خبر صیاد کو ہے داد کیا بیداد کیا

قتل کر کے مجھکو اس کے اشک کیوں بہنے لگے
رحم جس جلاد کو آئے وہ ہے جلاد کیا

غیر کرتے جور ہم پر پھر تو کوئی بات تھی
چارہ گر اترے ستم پر اب کریں فریاد کیا

ماننا نہ ماننا یہ تو علیحدہ بات ہے
سن تو لے بے رحم قاتل ہے مری فریاد کیا

جب نہ ہو الفت میں انکی بے رخی کی چاشنی
زندگی کا لطف پھر اے عاجزِ ناشاد کیا

غزل

چند لقموں میں تو نادار کو بکتے دیکھا
زر کی کھنکار پہ زردار کو بکتے دیکھا

مے سے لبریز بس اک جام کے عِوض ساقی
تیرے میخانے میں میخوار کو بکتے دیکھا

حسن کی بات ہی کیا، عام بکا کرتا ہے
عشق خوددار تھا خوددار کو بکتے دیکھا

یوں تو بکنے کو ہر اک چیز بکا کرتی ہے
لیکن اس دور میں کردار کو بکتے دیکھا

ایک وہ وقت تھا بکتے تھے سرِ عام غلام
آج یہ وقت، شہریار کو بکتے دیکھا

کل کے فنکار تو فن بیچتے ہونگے عاجز
آج کی بات ہے فنکار کو بکتے دیکھا

غزل

ساتھ رہنے والا مجھ سے کیوں جدا ہو جائے گا
ایک ہو کر کس طرح وہ دوسرا ہو جائے گا

ایک ہی سب کی حقیقت ہے تو بتلاؤ ذرا
کیا بقا رہ جائے گا اور کیا فنا ہو جائے گا

میں کہاں سے آیا ہوں؟ کس سمت ہے جانا مجھے
کیا سفر کا طے کبھی یہ مرحلہ ہو جائے گا؟

کون ہوں میں؟ اور کیا ہوں؟ کیا حقیقت ہے مری؟
ہو خودی بیدار تو یہ عقدہ وا ہو جائے گا

مہک جائیں گے گلستاں آئیں گی رنگینیاں
غنچہ دل جب ہمارا لب کشا ہو جائے گا

آج آنکھوں سے نہاں ہے لیکن اک دن بالیقیں
دیکھ لینا اس کا میرا سامنا ہو جائے گا

محو رہ عاجز تصور میں فقط محبوب کے
گر ہوا غافل وظیفہ یہ قضا ہو جائے گا

غزل

آنکھ سے آنسو بہے پل بھر میں جل تھل ہو گیا
روئے تو ہم ہیں مگر تر ان کا آنچل ہو گیا

جانے کیسی آگ میں پتھر جلا تھا طور کا
راکھ ہو کر نرگسی آنکھوں کا کاجل ہو گیا

دور رہتا تھا تو ملنے کے لئے آتا بھی تھا
جب سے پہلو میں بسا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا

میری ہی بستی میں بستا ہے نظر آتا نہیں
جیسے میرے چاند پر سایہ بادل ہو گیا

کون تھا وہ؟ کیا ہوا؟ کیوں چھوڑ کر تجھ کو گیا؟
جس کی خاطر اے دلِ ناداں تو پاگل ہو گیا

ہائے ساری آرزوئیں دل کی دل میں رہ گئیں
میرا سینہ میرے ارمانوں کا مقتل ہو گیا

جو مقدر کا دھنی پہلو میں ان کے جا بسا
ان کی نظروں میں وہ عاجز سب سے افضل ہو گیا

غزل

جو دل نہ دکھائیں صنم ڈھونڈ لینا
محبت کے دیر و حرم ڈھونڈ لینا

جہاں پر ہو تقسیم اخلاص ہر دم
کوئی ایسا بابِ کرم ڈھونڈ لینا

محبت میں ڈوبی ہوئی یہ غزل ہے
نہ سقم اس میں اہل قلم ڈھونڈ لینا

نئے ولولے لے کر آیا ہوں دل میں
نئی تم نہ طرز ستم ڈھونڈ لینا

طبیعت جو بھر جائے عیش و طرب سے
تو پھر ذوقِ رنج و الم ڈھونڈ لینا

جفاؤں میں ہوتی ہیں مضمر وفائیں
ستم میں ادائے کرم ڈھونڈ لینا

اگر لذتِ سوز چاہتے ہو دل میں
سحر خیز آنکھوں کا نم ڈھونڈ لینا

میں محشر کے مجمع میں گم ہو نہ جاؤں
وہاں مجھ کو شاہِ امم ڈھونڈ لینا

فقط جو کرے پیار تحریر عاجزؔ
پئے لوحِ دل وہ قلم ڈھونڈ لینا

قطعہ

کچھ انوکھے سے واقعات ملے
زندگی کے حسیں فسانے میں

اس نے قاتل کا روپ دھار لیا
اپنا سمجھا جسے زمانے میں

غزل

گرجتا وہ رہے چاہے کہیں پر
کرم کا مینہ برستا ہے ہمیں پر

نہیں محشر کا کوئی خوف ہم کو
بھروسہ ہے شفیع المذنبیں پر

کہاں جاؤں گا میں اٹھ کر یہاں سے
پڑا رہنے دو قدموں میں یہیں پر

اجالے بن گئے اپنا مقدر
نگاہیں جم گئیں ماہِ مبیں پر

مکان و لامکاں کا ذکر ہی کیا
فقط اپنی نظر تو ہے مکیں پر

سما سکتا نہیں ہے جو کہیں بھی
سمٹ جاتا ہے دل کی سرزمیں پر

تلاوت کر رہا ہوں لا الہ کی
رقم ہے جو مرے قلبِ حزیں پر

دکھائی شان یوں ان کی خدا نے
کہ بلوایا انہیں عرشِ بریں پر

سبب بخشش کا بن جائے گا عاجزؔ
ندامت کا عرق جو ہے جبیں پر

قطعہ

حمد بے حد ہے خدائے پاک کی
نعت بے پایاں شہِ لولاک کی

فکر کیا پہنچے وہاں تک کہ جہاں
پہنچ ممکن ہی نہ ہو ادراک کی

غزل

بو یا ہے محبت کا شجر سوچ رہا ہوں
کب دے گا مجھے اپنا ثمر سوچ رہا ہوں

کس بات کا ہے دل پہ اثر سوچ رہا ہوں
بیتاب ہے کیوں میرا جگر سوچ رہا ہوں

وہ کون ہے؟ میں کون؟ مجھے کوئی بتا دے
کیوں اس سے لڑی شوخ نظر سوچ رہا ہوں

اس نے تو کبھی دیکھا نہ دزدیدہ نظر سے
پھر کیسے لگا زخمِ جگر سوچ رہا ہوں

میری تو کبھی اس نے کوئی بات نہ مانی
میں جس کا ہوں پابندِ امر سوچ رہا ہوں

میں نے تو کوئی بات بھی اس کو نہ کہی تھی
کیوں روٹھ گیا رشکِ قمر سوچ رہا ہوں

کیا ہوگا مرا حال مری کیسے نبھے گی؟
وہ لوٹ کے آیا نہ اگر سوچ رہا ہوں

ہر موڑ پہ لٹتا رہا میں راہِ وفا میں
کتنا ہے کٹھن میرا سفر سوچ رہا ہوں

وہ تیری عیادت کیلئے آئے ہیں عاجزؔ
کس طرح ہوئی ان کو خبر سوچ رہا ہوں

قطعہ

نازنینوں نے جھولیاں بھر لیں
مہ جبینوں نے جھولیاں بھر لیں

ذاتِ مطلق نے حسن جب بانٹا
سب حسینوں نے جھولیاں بھر لیں

غزل

ڈھونڈنے جو بھی اسے اہلِ نظر جاتے ہیں
خود کو پاتے ہیں جہاں اور جدھر جاتے ہیں

کوہ وصحرا سے گزرتے ہوئے گھر جاتے ہیں
آب دریا ہیں سمندر میں اتر جاتے ہیں

منتقل ہو کے ادھر سے جو ادھر جاتے ہیں
کہنے والے یہی کہتے ہیں کہ مر جاتے ہیں

کس کو معلوم ہے یہ بات کہ ہم لوگ سبھی
آتے کس سمت سے ہیں اور کدھر جاتے ہیں

ڈوب جاتی ہیں نگاہوں میں نگاہیں جس د
آنکھوں آنکھوں میں بیاں داستاں کر جاتے ہیں

چشمِ محبوب سے پی لیتے ہیں جو بھی میکش
ہو کے محبوب کے در سے وہ امر جاتے ہیں

بات کا پاس نہیں جن کو ذرا بھی عاجزؔ
بات کہہ کر وہ اسی پلٹ مکر جاتے ہیں

غزل

ہے وصل آب و باد کا شکلِ حباب میں
مضمر ہے رازِ زندگی پانی کے باب میں

چہرہ دکھا کر اس نے چھپایا نقاب میں
جیسے چمک کے چھپ گئی بجلی سحاب میں

گو کہ تمام عمر کٹی اضطراب میں
شکوہ کبھی کیا نہیں عالی جناب میں

یہ عشق کی کشش ہے یا کہ حسن کی عطا
جلوے مچل رہے ہیں تمہارے نقاب میں

بے تابیٔ فراق میں اکتا نہ جائے دل
کب تک چھپے رہو گے یونہی تم حجاب میں

روشن ہیں سب کے سب گناہ چاند کی طرح
ہم نے کئے تھے جو بھی شبِ ماہتاب میں

اے رحمتِ تمام اگر اک نگاہ ہو

میرے گناہ ہیں بھلا پھر کس حساب میں

میں طالبِ کرم ہوں کرم مجھ پہ کیجئے

الجھائیے نہ مجھ کو حساب و کتاب میں

اس رند کی نگاہ کو عاجزؔ میں چوم لوں

ساقی کو دیکھتا ہے جو جامِ شراب میں

قطعہ

کچھ میرے وہ جذبات تمہیں یاد تو ہونگے

گزرے ہوئے لمحات تمہیں یاد تو ہونگے

جس راہ میں دو چار قدم ساتھ چلے تھے

اس راہ کے حالات تمہیں یاد تو ہونگے

غزل

مضطرب مغموم دل کا آسرا کوئی نہیں

مبتلائے غم ہے جس غم کی دوا کوئی نہیں

اے مری بے کار امید و مجھے دھوکا نہ دو

اس بھری دنیا میں میرا ہم نوا کوئی نہیں

بحرِ غم ہے موجزن اور کشتیِ دل ہے اداس

بے کسی بے چارگی میں ناخدا کوئی نہیں

اس ستمگر کے ستم کا ہم گلہ کس سے کریں

اس ستمگر کے ستم سے تو بچا کوئی نہیں

ان کی بزمِ ناز سے نکلے تو یہ عالم ہوا

اس قدر اب بے قدر ہیں پوچھتا کوئی نہیں

ڈھونڈتا پھرتا رہا میں دیر و کعبہ میں عبث

اس کے میرے درمیاں تو فاصلہ کوئی نہیں

جو مقدر میں لکھا تھا مل گیا عاجزؔ ہمیں

اس جفا جو کی جفاؤں کا گلہ کوئی نہیں

غزل

ہم نے لہو سے رنگ بھرا لالہ زار میں
ہم ہی چمن پہ بار ہیں فصلِ بہار میں

عشق بتاں کو دل میں بسایا ہے اس لئے
پیدا ہو رشک رحمتِ پروردگار میں

صحرا نوردیوں میں ہوئی شامِ زندگی
نکلے تھے جستجوئے کفِ پائے یار میں

اے کور دل جو ہو تجھے عرفان و آگہی
درسِ فنا ہے گردشِ لیل و نہار میں

اپنی نماز راحتِ آقاؐ پہ کی نثار
پاسِ ادب تھا حیدرؓ طاعت گزار میں

رسمِ وفا نبھائی ہے کیا خوب آپؐ نے
پہلو میں یارِ غار سلایا مزار میں

عاجزؔ تو اہلِ بزم پہ اس طرح چھا گیا
جس طرح کوئی شیر ہو اپنی کچھار میں

غزل

جنوں کا جوش دکھاؤ بہار کے دن ہیں
خرد کے ہوش اڑاؤ بہار کے دن ہیں

مجھے نہ ہوش میں لاؤ بہار کے دن ہیں
پلاؤ خوب پلاؤ بہار کے دن ہیں

نظر نظر سے ملا کر اٹھاؤ جامِ شراب
خلوصِ دل سے پلاؤ بہار کے دن ہیں

عروسِ صبحِ بہاراں کہیں نہ شرمائے
ابھی نہ ہم کو جگاؤ بہار کے دن ہیں

گلوں میں رشک کا جذبہ بھڑک ہی اٹھے گا
"ذرا قریب تو آؤ بہار کے دن ہیں"

تم آئے ہو تو شگوفے بھی مسکرائے ہیں
ابھی نہ لوٹ کے جاؤ بہار کے دن ہیں

بھٹک رہے ہو اندھیرے میں کب سے دیوانو
جگر کے داغ جلاؤ بہار کے دن ہیں

ستم شعار حسینوں کی بیوفائی کا
ابھی نہ سوگ مناؤ بہار کے دن ہیں

بٹھا کے ان کو مقابل اے عاجزؔ خوش بخت
غزل کا شوق مٹاؤ بہار کے دن ہیں

قطعہ

پیار کی پرواز میں پروان تم چڑھتے رہو
کتنا ہی دشوار ہو چاہے سفر' بڑھتے رہو

آنکھ میں تصویر ہو محبوب کی دل میں ہو یاد
یہ محبت کا وظیفہ رات دن پڑھتے رہو

غزل

تیری خاطر ہم نے ہمدم کیا کیا جشن منانے ہیں
خوں کے دیپ جلانے ہیں پلکوں پہ اشک سجانے ہیں

رہبر بن کر آنے والے سب جانے پہچانے ہیں
بھیس نیا بدلا ہے لیکن رہزن وہی پرانے ہیں

کوئی نہیں غمخوار کسی کا کوئی کسی کا میت نہیں
ہم نے سب کو جانچ لیا کیا اپنے کیا بیگانے ہیں

فاقہ مستوں سے مت پوچھو جو بیتی سو بیت گئی
اپنا حال سناؤ پیارے کیسے رنگ سہانے ہیں

چارہ گرو ہم بیچاروں کو بیچارہ ہی رہنے دو
رہنے دو اب ہم نے ان کو دل کے زخم دکھانے ہیں

اپنی مست نگاہوں ہی سے ساقی ہم کو مست کرو
جام وسبو کی حاجت کیا ہے کافی یہ پیمانے ہیں

شیخ حرم کو کیا جاتا ہے دل کے اندر جھانک ذرا

پہلے ان کو ڈھانا ہوگا جو اس میں بتخانے ہیں

جو بولا وہ دار پہ پہنچا جو چہکا وہ قید ہوا

چپ رہنے کا حکم ہے ہم کو اپنے لب سلوانے ہیں

دیوانے ہی دیوانے سے دیوانے کا حال سنیں

فرزانے کیا سمجھیں عاجزؔ کیا تیرے افسانے ہیں

قطعہ

حاملِ بارِ نیابت نہ ہوئے جب معترض

میں بڑھا آگے تو خوش ہوتے بھلا کب معترض

میری پیدائش سے پہلے مجھ سے نفرت کی گئی

جب ہوا تخلیق سجدہ ریز تھے سب معترض

غزل

تیرے در پر گدا جو آئے ہیں

کتنے ارمان دل میں لائے ہیں

بن نہ جائیں یہ وجہِ رسوائی

اشک پلکوں میں جو چھپائے ہیں

دل کے ٹکڑوں کے ساتھ آنسو بھی

ہم یہ سوغات لے کے آئے ہیں

دیکھ کر حالِ مضطرب میرا

چاند تارے بھی تلملائے ہیں

آ بھی جاؤ کہ ڈر سا لگتا ہے

رات کالی مہیب سائے ہیں

راہِ الفت میں اے دلِ ناداں

تو نے کتنے فریب کھائے ہیں

یہ مسری آہ کا اثر ہو گا

وہ جو بالائے بام آئے ہیں

ساحلو ہم سے دور ہٹ جاؤ

ہم تو طوفاں سے لڑنے آئے ہیں

کر دیا عشق نے ہمیں عاجز

پھر بھی اس کے ہی گیت گائے ہیں

قطعہ

بدلے ہوئے حالات کا احساس نہیں ہے

ساقی کو کسی بات کا احساس نہیں ہے

مخمور گھٹاؤں میں جو یہ تشنہ لبی ہے

میخوار کے جذبات کا احساس نہیں ہے

غزل

کتنی ہمت سے کام لیتا ہوں

جام نظروں سے تھام لیتا ہوں

آپ کی مے فشار آنکھوں سے

زندگی کا پیام لیتا ہوں

چاپ سن کر حسین قدموں کی

دل کی دھڑکن کو تھام لیتا ہوں

غم بھی ہوتا ہے اور راحت بھی

جب حسینوں کے نام لیتا ہوں

اور گہری ہو شام کی سرخی

میں شہیدوں کے نام لیتا ہوں

آج میں بھی کلیم کی مانند

دید کا اذنِ عام لیتا ہوں

رہبروں کے خلوص میں اکثر
رہزنوں کا پیام لیتا ہوں

مٹ نہ جائیں نقوش یادوں کے
بار بار ان کا نام لیتا ہوں

ماہِ طلعت کا نام اے عاجزؔ
صبح لیتا ہوں شام لیتا ہوں

قطعہ

ساقی کی شکایت کرتے ہیں مے نوش کی باتیں کرتے ہیں
یہ اہلِ خرد دنیا والے سب جوش کی باتیں کرتے ہیں

آقاؐ کی مقدس چوکھٹ پر محتاط رہو تم اے عاجزؔ
اس در پر آ کر دیوانے بھی ہوش کی باتیں کرتے ہیں

غزل

ان کے جتنے پیام ہوتے ہیں
سب وہ غیروں کے نام ہوتے ہیں

ان کی باتوں میں آ گیا کیوں دل
ان کے وعدے تو خام ہوتے ہیں

بچ کے رہنا سیاہ زلفوں سے
پیچ در پیچ دام ہوتے ہیں

اس جگہ جا کے کیا کرے کوئی
جس جگہ قتلِ عام ہوتے ہیں!

حالِ دل تو سنائیں لیکن وہ
ہم سے کب ہمکلام ہوتے ہیں

جگمگاتا ہے یہ جہاں سارا
"جب وہ بالائے بام ہوتے ہیں"

میری آنکھوں نے ہی نہیں دیکھا
تیرے جلوے تو عام ہوتے ہیں

ان کو میں بھی سلام کہتا ہوں

جن پہ لاکھوں سلام ہوتے ہیں

راہِ الفت میں جو نہ گھبرائیں

وہ تو عالی مقام ہوتے ہیں

بے خطر کود پڑنا آتش میں

عاشقوں کے یہ کام ہوتے ہیں

ان سے ملنے نہ جائیو عاجزؔ

ان کے جھوٹے پیام ہوتے ہیں

قطعہ

بے درد دل کو درد کی چاہت نہیں ہوئی

کم ظرف کم نصیب کو الفت نہیں ہوئی

وہ لوگ دے رہے ہیں ہمیں پیار کی سزا

جن کو کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی

غزل

ترا فکر دل میں بسا چاہتا ہوں

ترا ذکر لب پر سجا چاہتا ہوں

نہ درماں نہ کوئی دوا چاہتا ہوں

غمِ یار کب میں شفا چاہتا ہوں

ہو سود و زیاں کی ہوس سے مبرا

خلوص ایسا ایسی وفا چاہتا ہوں

فقط حسنِ گفتار کافی نہیں ہے

میں حسنِ عمل کی ادا چاہتا ہوں

جزا و سزا سے مجھے کیا غرض ہے

فقط میں تو ان کی رضا چاہتا ہوں

جفاکش جفاجو جفا کوش ہوں میں

وفا بھی برنگِ جفا چاہتا ہوں

مرا مدعا مجھ سے کیوں پوچھتے ہو
کہ معلوم ہے تم کو کیا چاہتا ہوں

رضا جس میں کچھ آپکی بھی ہو شامل
میں کچھ اپنی ایسی خطا چاہتا ہوں

بہت خوبصورت ہے جرمِ محبت
بہت خوبصورت سزا چاہتا ہوں

قتیلِ نظر ہوں نظر سے جِلا دو
نگاہِ صنم خوں بہا چاہتا ہوں

ادب ہے ارادت، عقیدت، محبت
ادب سے ادب آشنا چاہتا ہوں

خودی کے تصور میں گم ہو کے عاجزؔ
میں اپنی اَنا کی بقاء چاہتا ہوں

غزل

سونے سونے در و دیوار نظر آتے ہیں
منتظر آپ کے سرکار نظر آتے ہیں

تیری محفل میں جو اغیار نظر آتے ہیں
میری رسوائی کے آثار نظر آتے ہیں

تیری فرقت میں یہ مژگاں پہ لرزتے آنسو
غم میں لپٹے ہوئے غمخوار نظر آتے ہیں

انکا آنا بھی قیامت ہے نہ آنا بھی غضب
"ہر طرح حشر کے آثار نظر آتے ہیں"

وہ پریشاں تو پریشاں ہے زمانہ سارا
کس قدر حسن کے غمخوار نظر آتے ہیں

خونِ دل ہم نے بہایا تو بہاریں آئیں
باغباں تجھ کو ہمیں بار نظر آتے ہیں

قحط پڑ جائے نہ انساں کا کہیں اے عاجزؔ
مجھ کو مخدوش سے آثار نظر آتے ہیں

غزل

جام و سبو اٹھا کہ غزل کہہ رہا ہوں میں
ساقی نظر ملا کہ غزل کہہ رہا ہوں میں

مہتاب و آفتاب کو ساغر میں گھول کر
ساقی مجھے پلا کہ غزل کہہ رہا ہوں میں

خونِ جگر کو اشک بنا کر اے چشمِ تر
پلکوں پہ لے سجا کہ غزل کہہ رہا ہوں میں

تجھ کو حجاب ہی سہی لیکن اے مہ جبیں
چلمن ذرا ہلا کہ غزل کہہ رہا ہوں میں

رخسار و عارض و خمِ کاکل کی خیر ہو
رخ سے نقاب اٹھا کہ غزل کہہ رہا ہوں میں

کلیوں کے ساتھ ساتھ چمن میں اے نازنیں
تو بھی تو مسکرا کہ غزل کہہ رہا ہوں میں

عاجز جلا کے پلکوں پہ خونِ جگر کے دیپ
محفل کو جگمگا کہ غزل کہہ رہا ہوں میں

غزل

لوگ کل تو جل رہے تھے دشمنی کی آگ میں
آج لیکن جل رہے ہیں دوستی کی آگ میں

اس چمن میں بو گیا ہے نفرتوں کا بیج کون
پتہ پتہ جل رہا ہے بے رخی کی آگ میں

تنہا تنہا اپنے اپنے دکھ یہاں سہتے رہو
کودتا ہے کب بھلا کوئی کسی کی آگ میں

اے امیرِ شہر کیا تو نے کیا ہے یہ حساب
کتنے فاقہ کش گھرے ہیں مفلسی کی آگ میں

جھونپڑی میری پہ تو ظالم اندھیرے چھا گئے
تیرے کاخ و کو جلیں گے روشنی کی آگ میں

ڈوب جا اے چاند لیکر ساتھ اپنی چاندنی
جل نہ جائیں ہم کہیں اس چاندنی کی آگ میں

تیز کتنی ہیں شعاعیں آفتابِ علم کی
جل گئے عاجز محقق آگہی کی آگ میں

غزل

دل کی دنیا بسانے آیا ہوں
تجھ کو اپنا بنانے آیا ہوں

تیرے در پر جھکا کے سر اپنا
اپنی بگڑی بنانے آیا ہوں

روٹھے رہنے کی خو نہیں اچھی
مان جاؤ منانے آیا ہوں

عمر فرقت میں کس طرح گزری
داستاں اک سنانے آیا ہوں

اس طرف بھی ذرا نظر کیجیے
داغ دل کے دکھانے آیا ہوں

شعلۂ برق سے ذرا کہہ دو
پھر نشیمن بنانے آیا ہوں

اہلِ محفل اداس بیٹھے ہیں
تجھ کو عاجزؔ بلانے آیا ہوں

غزل

نظر کی خود فریبیاں، نظر کے پیچ و تاب ہیں
حباب میں سحاب میں، سحاب میں حباب ہیں

یہاں وہاں جہاں کہاں سراب ہیں سراب ہیں
یہ فاصلے ہیں سوچ کے حساب ہیں کتاب ہیں

حیاتِ بے ثبات کی فسوں گری کے باب میں
عجب عجب سوال ہیں، عجب عجب جواب ہیں

جمیل کے جمال میں جلیل کے جلال میں
حسین التفات ہیں حسین ہی عتاب ہیں

وفا کریں جفا کریں روا ہے جو بھی وہ کریں
کہ فیصلہ میں کر چکا وہ میرا انتخاب ہیں

تجلیوں کو پا لیا تجلیوں میں کھو گئے
نگاہِ شوق کے لئے تجلیاں حجاب ہیں

اے عاجزؔ جفا طلب اٹھا تو لی ہے شوق سے
اَدق کتابِ عشق ہے، دقیق اسکے باب ہیں

غزل

پہلو میں کیسا درد لیے جا رہا ہوں میں
خونِ جگر بھی ساتھ پیے جا رہا ہوں میں

ساقی ادھر بھی ایک نظر التفات کی
عرضِ سوالِ جام کیے جا رہا ہوں میں

ہر چند ظلم سہنے کی ہمت نہیں رہی
پھر بھی تمہیں دعائیں دیے جا رہا ہوں میں

تو سامنے نہیں ترے جلوے تو دل میں ہیں
باتیں بڑے مزے سے کیے جا رہا ہوں میں

شاید گلوں میں رشک کا جذبہ چمک اٹھے
کانٹوں کے ساتھ پیار کیے جا رہا ہوں میں

لاتقنطوا کی آس پر اے رحمتِ تمام
تسلیم سب گناہ کیے جا رہا ہوں میں

عاجزؔ زمیں جو تنگ ہوئی کوئے یار کی
ملکِ عدم کو کوچ کیے جا رہا ہوں میں

غزل

دکھا کر تجلّی مری چشمِ تر کو
عطا کر سکوں میرے قلب و جگر کو

مری حسرتیں ساری ہو جائیں پوری
مری سمت کر لو اگر تم نظر کو

مرے دل کی دنیا تو ویراں پڑی ہے
کرو آ کے آباد تم اس نگر کو

صبا تو اگر اس کے کوچہ سے گذرے
بتانا مرا حال اس چارہ گر کو

اگر شوق لے جائے مجھ کو وہاں تک
عقیدت سے میں چوم لوں ان کے در کو

خدارا اٹھانا نہ اب اپنے در سے
بڑے عجز سے میں نے رکھا ہے سر کو

چلو دل کے ارمان عاجزؔ نکالیں
سنا کر پریشانیاں چارہ گر کو

غزل

نازنینو نہ اتنا ناز کرو
حشر برپا نہ فتنہ ساز کرو

مے کشی سے نہ احتراز کرو
دیدہ و دل کو پاکباز کرو

دنیا والے ہیں پیار کے دشمن
فاش دل کا نہ کوئی راز کرو

یہ ادا ہی تو دل کو بھاتی ہے
اپنی آنکھوں کو نیم باز کرو

میری نظروں کا انتخاب ہو تم
تم کو زیبا ہے جتنا ناز کرو

ہم بہاروں کا روپ دھاریں گے
تم خزاؤں سے ساز باز کرو

کچھ تو منزل کا دو نشاں مجھ کو
چارہ سازی اے چارہ ساز کرو

بھیک اخلاص کی نہیں ملتی
اب نہ دستِ طلب دراز کرو

ان کا دامن ہے ہاتھ میں عاجزؔ
اپنی قسمت پہ خوب ناز کرو

قطعہ

خونِ دل آنکھ سے بہتا ہے تو بہہ لینے دو
خوگرِ رنج کو یہ رنج بھی سہہ لینے دو
اے مرے چارہ گرو ہاتھ نہ رکھو منہ پر
لب پہ آئی ہے جو اک بات وہ کہہ لینے دو

غزل

دیا شرفِ نیابت اور سلطاں کر دیا ہمکو
بلا کر بزمِ ہستی میں نمایاں کر دیا ہم کو

یہ شانِ بے نیازی ہے کہ ہے کچھ مصلحت اس میں
بھری محفل میں اک لغزش پہ عریاں کر دیا ہم کو

مذاقِ خود نمائی ہے کہ ذوقِ خود پرستی ہے
پریشاں ہو کے خود اس نے پریشاں کر دیا ہم کو

عجب خوفِ جہنم ہے، عجب مژدۂ جنت ہے
عطا بیم و رجا کر کے ہراساں کر دیا ہم کو

سوال اچھا کیا ہم نے جواب اچھا دیا اس نے
صدائے لَن ترَانی نے پشیماں کر دیا ہم کو

نگاہوں ہی نگاہوں میں کھلے عقدے محبت کے
اشاروں ہی اشاروں میں ادا داں کر دیا ہم کو

فراقِ یار کے صدقے ملا سوزِ دروں عاجزؔ
تڑپ ایسی ملی جس نے غزلخواں کر دیا ہم کو

غزل

نیرنگیٔ حیات کے طوفاں ہیں دوستو
مبہم تعینات کے طوفاں ہیں دوستو

سوچوں کی کجروی کے بگولے ہیں چار سو
ذہنی توہمات کے طوفاں ہیں دوستو

ہم تو تکلفات سے عاری ہیں کیا کریں
ہر جا تکلفات کے طوفاں ہیں دوستو

شاید مرے خلوص کا یہ امتحاں نہ ہو
ان کی توجہات کے طوفاں ہیں دوستو

لے آیا کس مقام پہ ذوقِ نظر مجھے
ہر سو تجلیات کے طوفاں ہیں دوستو

زخموں سے چور چور ہے یہ جسمِ نیم جاں
رگ رگ میں حادثات کے طوفاں ہیں دوستو

ان کی جبینِ ناز کے تیور سے ہے عیاں

دل میں تغیرات کے طوفاں ہیں دوستو

کچھ ان کے التفات میں رنگِ عتاب ہے

کچھ تلخئِ حیات کے طوفاں ہیں دوستو

عاجزؔ دیارِ شوق کی جانب ہے گامزن

رستے میں واردات کے طوفاں ہیں دوستو

قطعہ

رستے کی ملاقات مجھے یاد ہے اب تک

تھی چاندنی اک رات مجھے یاد ہے اب تک

جس راہ میں میں پہلی دفعہ تم سے ملا تھا

اس راہ کی ہر بات مجھے یاد ہے اب تک

غزل

بے خودی میں کر رہا ہوں جانے کس کی جستجو

دل میں کس کی آرزو ہے لب پہ کس کی گفتگو

ایک دھندلا سا تصور ذہن میں آباد ہے

ایک ان جانی سی صورت ہے نظر کے روبرو

کون مہکاتا ہے صحراؤں میں رنگیں گلستاں

کون پھولوں میں سمو دیتا ہے حسنِ رنگ و بو

آگہی کے دام میں نہ آسکا مرغِ مراد

رہ گئے سارے بکھر کر فلسفے کے تار و پو

کھل گئی جب چشمِ دل پایا رگِ جاں کے قریب

ڈھونڈتا پھرتا رہا جس کو عبث میں چار سو

اک حسین تصویر آویزاں ہے درِ محرابِ دل

جس کے جلوؤں سے منور قلب کے ہیں کاخ و کو

کس قدر ملحوظِ خاطر ہے ادب عشاق کو

عشق میں محبوب کے رہتے ہیں ہر دم باوضو

اے عزیزِ مصر ہے یہ رسم تیرے شہر کی
حسن کا نیلام ہونا عشق کا بے آبرو!

جوش میں جیب وگریباں کر دئے تھے تار تار
ہوش میں اب کر رہا ہوں چاک ہائے کو رفو

اے مغنی سازِ دل پر چھیڑ مت نغماتِ غم
جائے نہ پیمانۂ دل سے چھلک دل کا لہو

ضبط کر عاجزؔ جنون وجذب ومستی میں سنبھل
کر نہ دے بے کیف تجھ کو ٹوٹ کر تیرا سبو

قطعہ

اپنی مستی میں مگن ہیں کسے کیا کہتے ہیں
کتنے ناداں ہیں وہ جو ہم سے خفا رہتے ہیں

ہم ہیں خوددار خودی رکھتے ہیں قائم اپنی
گو کہ دریا ہیں سمندر سے جدا بہتے ہیں

غزل

مستی میں مگن اپنی رہتا ہے یہ مستانہ
کس بات پہ الجھا ہے اس مست سے فرزانہ

غیروں پہ تلطف کی برسات برستی ہے
محرومِ کرم ہم ہیں اے ساقیٔ میخانہ

اے جوشِ جنوں مجھ کو کس بزم میں لے آیا
نہ شمع فروزاں ہے نہ بادہ و پیمانہ

کیا لوگے حرم جا کر دل میں تو ذرا جھانکو
پہلے اسے ڈھا دیجے جو اس میں ہے بت خانہ

بیمارِ محبت کی اب آخری ہچکی ہے
اے میرے مسیحا ہو کچھ لطفِ مسیحانہ

محشر میں مرے آقا یہ کہہ کے چھڑا لینا
"سودائی ہے سودائی دیوانہ ہے دیوانہ"

اس دورِ پریشاں میں کیا شعر کہیں عاجزؔ
جذبات ہیں افسردہ تخئیل ہے ویرانہ

غزل

خرد مندو نہ چھیڑو اس کو مستانہ ہے مستانہ
تمہیں دیوانہ کر دے گا یہ دیوانہ ہے دیوانہ

جنہیں دیر و حرم کہیئے' ریا کاری کے مرکز ہیں
جہاں اخلاص ملتا ہے وہ میخوانہ ہے میخوانہ

عجب ہے رنگ دنیا کا کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
یہاں اپنا نہیں اپنا' نہ بیگانہ ہے بیگانہ

ہزاروں گھومتے رہتے ہیں یوں تو گرد مشعل کے
جو جل کر جان دیتا ہے' وہ پروانہ ہے پروانہ

ہمارے اور تمہارے عشق سے یہ صاف ظاہر ہے
حقیقت تو حقیقت ہے اور افسانہ ہے افسانہ

کہاں فصلِ بہاراں ہے کہاں کلیاں کہاں غنچے
جسے گلشن سمجھتے ہو یہ ویرانہ ہے ویرانہ

مرا حالِ زبوں سن کر وہ عاجزیوں لگے کہنے
حقیقت کچھ نہیں اس میں سب افسانہ ہے افسانہ

غزل

اٹھایا اس نے جب رخ سے نقاب آہستہ آہستہ
لگا ہونے طلوع اک آفتاب آہستہ آہستہ

بڑی بیتابیاں ہوں گی بڑی بے چینیاں ہوں گی
پڑھو گے جب محبت کی کتاب آہستہ آہستہ

نگاہوں ہی نگاہوں میں اشاروں ہی اشاروں میں
وہ دے جاتے ہیں الفت کا جواب آہستہ آہستہ

سلگ اٹھتا ہے الفت کا شرارہ جب کسی دل میں
وہ ہو جاتا ہے جل بھن کر کباب آہستہ آہستہ

مرے ساقی تری چشمِ کرم کا فیض ہی تو ہے
کہ زاہد بھی لگا پینے شراب آہستہ آہستہ

یہاں ہے محتسب ساقی یہاں محتاط اے رندو
"ذرا اس بزم میں ذکر شراب آہستہ آہستہ"

نئی تہذیب کیا آئی نئی بیماریاں لائی

ہوا جاتا ہے اب خانہ خراب آہستہ آہستہ

نہیں معلوم کیا ہوگا مگر محسوس ہوتا ہے

کہ ٹل جائے گا آخر یہ عذاب آہستہ آہستہ

مرا آغاز اچھا ہے مجھے امید ہے عاجزؔ

کہ ہو جاؤں گا آخر کامیاب آہستہ آہستہ

قطعہ

غم کے دوراہے پہ آ کر رک گئی

زیست بیچاری بہت حیران ہے

لٹ چکی اس کی متاعِ آگہی

اب مسافر بے سر و سامان ہے

غزل

کس حسن اتفاق سے تقسیم ہوگئی

مقسوم اپنا عشق کی اقلیم ہوگئی

اپنے ہی آئینہ میں خود اپنے ہی آپ کو

دیکھا تو خلق احسن تقویم ہوگئی

کن کہہ دیا تو ساری کائنات بن گئی

پھر اس کے انتظام کی تنظیم ہوگئی

آب و ہوا و آتش و گل کے ملاپ سے

خالق کے شاہکار کی تجسیم ہوگئی

کس تمکنت سے پہلے میں ٹھکرا دیا گیا

پھر کس خلوص سے میری تعظیم ہوگئی

فرما کے عَلَّمَ مجھے سب کچھ سکھا دیا

آسان کس قدر میری تعلیم ہوگئی

کس حسنِ اعتقاد کا مجھ کو صلہ ملا

جاگیر میری کوثر و تسنیم ہو گئی

توصیف لکھ رہا تھا صنم خوش عذار کی

تحریر شرحِ احسنِ تقویم ہو گئی

عاجزؔ تو انتخاب ہے پروردگار کا

بزمِ ملائکہ میں جو تکریم ہو گئی

قطعہ

فقط کہنے کو میں نائبِ خدا ہوں

حجابِ بشریت میں چھپ گیا ہوں

خرد سمجھے گی کیا میری حقیقت

خرد کی وسعتوں سے ماورا ہوں

غزل

سنسان راستے میں جہاں رات مل گئی

بس حادثات کی وہاں سوغات مل گئی

کیا کچھ ملا اور کیا نہ ملا کچھ خبر نہیں

کہنے کی بات ہے کہ کائنات مل گئی

میں ڈھونڈنے چلا تھا کسی اور ذات کو

کہ راستے میں مجھ کو میری ذات مل گئی

مانگی تھی ہم نے صرف محبت خلوص سے

اس آرزو میں زندگی سوغات مل گئی

انکی جبینِ ناز عرق ریز ہو گئی

شاید کسی کو ان کی کوئی بات مل گئی

ہم اُن کے احترام میں خاموش ہو گئے

سمجھا انہوں نے یہ کہ ہمیں مات مل گئی

ہم کو تلاشِ صبحِ درخشاں کی راہ میں

عاجزؔ عجیب بات ہے کہ رات مل گئی

غزل

زندگی خوشیوں کا ساماں ہوگئی
پھر تری محفل چراغاں ہوگئی

آ گئے عشاق لے کر دردِ دل
جب مسیحائی غزلخواں ہوگئی

ڈال دی اس نے جو مجھ پر اک نظر
زندگی میری چراغاں ہوگئی

آپ کے آتے ہی اے رشکِ قمر
تیرگیٔ شب گریزاں ہوگئی

شانِ رحمت کے کرشمے دیکھ کر
کفر کی نیت مسلماں ہوگئی

آ گئے محفل میں جب وہ بے نقاب
ساری محفل ہی غزلخواں ہوگئی

چاک دامانی ہماری دیکھ کر
فصلِ گل بھی چاک داماں ہوگئی

ہو گئے ہم بھی پریشاں اس کے ساتھ
زلف جب تیری پریشاں ہوگئی

محتسب تجھ کو سمجھ کر رازداں
میری ہر لغزش پشیماں ہوگئی

ناخداؤں کو خبر کچھ بھی نہیں
کس کی کشتی نذرِ طوفاں ہوگئی

کر دیا ہے عشق نے عاجز ہمیں
زندگی اب وقفِ حرماں ہوگئی

قطعہ

آدمی آدمی جو بن جائے
کوئی امکاں نظر نہیں آتا

اس نے اپنا ضمیر بیچ دیا
انساں انساں نظر نہیں آتا

غزل

نئے فریب وہ دینے کبھی تو آئے بھی
ذرا قریب تو آ کر مجھے بلائے بھی

میں جل رہا ہوں دہکتے ہوئے انگاروں میں
بھڑکتی آگ کے شعلے کوئی بجھائے بھی

فراقِ یار کے شعلوں کی آنچ تیز ہوئی
کبھی تو کاش وہ بھولے سے پاس آئے بھی

لٹک رہا ہوں زمانے کے غم کی سولی پر
فرازِ دار پر کچھ غم کوئی بٹائے بھی

کہاں کہاں سے اڑا لائیں آندھیاں مجھکو
میں برگِ خشک ہوں کوئی مجھے اٹھائے بھی

گلوں نے سینے میں خوشبو بسائی ہے جیسے
میں دل میں اس کو بسالوں جو ہاتھ آئے بھی

چھپا جو چاند تو دل ڈوبنے لگا عاجزؔ
مجھے تو کاٹنے آئے خود اپنے سائے بھی

غزل

اسرارِ حقائق تو وہ خود کھول رہا ہے
ہر صوت میں در پردہ خدا بول رہا ہے

یہ نغمہ سرا کون ہے؟ صحرائی فضا میں
ذروں کی سماعت میں جو رس گھول رہا ہے

سچ کہنے سے رکتا نہیں بیباک قلندر
وہ دار پہ چڑھ کے بھی انا بول رہا ہے

کس قوم نے چھوڑی ہے یہ میراثِ گدائی
اس ملک میں ہر ہاتھ میں کچکول رہا ہے

اے میرے وطن تیرے میں قرباں کہ یہاں پر
زردار غریبوں کا لہو تول رہا ہے

صیاد پکڑ لے نہ اسے اڑنے سے پہلے
جو مرغِ چمن شاخ پہ پر تول رہا ہے

عاجزؔ کو حقارت کی نگاہوں سے نہ دیکھو
یہ شخص کسی دور میں انمول رہا ہے

غزل

عشق کے چرچے ہمارے عام ہو کر رہ گئے
ہم تمہاری راہ میں بدنام ہو کر رہ گئے

اے صنم تیرے تصور میں خیالاتِ حسیں
آج کیوں میرے لیے آلام ہو کر رہ گئے

ساقیا اک بار تو ہم پر کرم کی ہو نظر
بارہا ہم خواستگارِ جام ہو کر رہ گئے

دل تڑپتا ہے نہ چھیڑو دوستو ذکرِ بہار
ہم شکستہ پر اسیرِ دام ہو کر رہ گئے

ایک ساقی کی نوازش سے درونِ میکدہ
کتنے افسانے شریکِ جام ہو کر رہ گئے

کیا کریں گے طے وہ کم ہمت منازل عشق کی
پہلی منزل ہی میں جو ناکام ہو کر رہ گئے

بھول جا عاجزؔ وفا نا آشنا کو بھول جا
جس کے وعدے بھی خیالِ خام ہو کر رہ گئے

غزل

عدل عنقا حقر سی معدوم ہے
ظلم ہے ظالم ہے اور مظلوم ہے

شانِ رحمت کیا اسے معلوم ہے
لذتِ عصیاں سے جو محروم ہے

عظمتِ آدم نہ ہرگز پا سکا
گو فرشتہ فطرتاً معصوم ہے

کیسے آ جائے حدودِ عقل میں
مطلقِ بے حد کی حد معدوم ہے

ناز، نخرے، غمزے، عشوے حسن کے
آہ و زاری عشق کا مقسوم ہے

وقت کے حرمل کے تیروں کا ہدف
پھر کسی معصوم کا حلقوم ہے

حشر کیا ہو گا خدا جانے کہ اب
اہلِ فن عاجزؔ یہاں محکوم ہے

غزل

حسن سے وہ ادائیں مانگے ہے
عشق ناداں بلائیں مانگے ہے

جرم کس کا یہ میرے نام لگا
میری خاطر سزائیں مانگے ہے

الٹی بہتی ہے پیار کی گنگا
بے وفا بھی وفائیں مانگے ہے

دشتِ کربل ہے آج کا ماحول
خوں میں ڈوبی ردائیں مانگے ہے

اک گھٹن ہے چمن کے آنگن میں
پتا پتا ہوائیں مانگے ہے

کتنا سفاک ہے تو اے گلچیں
فصل گل میں خزائیں مانگے ہے

خانہ برباد! میرے گلشن میں
آندھیوں کی دعائیں مانگے ہے

شان رحمت کو دیکھ کر زاہد
زہد دے کر خطائیں مانگے ہے

دل جفاکش ہے اس لئے عاجزؔ
ہر قدم پر جفائیں مانگے ہے

قطعہ

ان کی یادوں میں کھو گیا ہوں میں
خواب راحت میں سو گیا ہوں میں
زخم دل کی بھی کچھ خبر نہ رہی
اتنا مدہوش ہو گیا ہوں میں

غزل

اس کو مہماں بنا لیا ہم نے
دل کے اندر بٹھا لیا ہم نے

باتوں باتوں میں روٹھنے والا
چپکے چپکے منا لیا ہم نے

اے ستارو ہمیں مبارک دو
چاند گھر میں سجا لیا ہم نے

بجھ سکے گا نہ آندھیوں سے بھی
دیپ ایسا جلا لیا ہم نے

مہ جبیں کی حسین یادوں کو
شہر دل میں بسا لیا ہم نے

بار جو نہ اٹھا سکا کوئی
مسکرا کر اٹھا لیا ہم نے

جرم دلچسپ تھا محبت کا
نام اپنے لگا لیا ہم نے

ایک تصویر کھینچ کر دل میں
اس کو کعبہ بنا لیا ہم نے

سختیاں جھیل کر مسافت کی
کھوج منزل کا پا لیا ہم نے

میگساری کے واسطے واعظ
میکدے میں بلا لیا ہم نے

چشمِ ساقی میں ڈوب کر عاجزؔ
بختِ خفتہ جگا لیا ہم نے

قطعہ

دل کی دنیا لٹا کے پیتا ہوں
ان سے آنکھیں ملا کے پیتا ہوں
غم چھلکتا ہے میری آنکھوں سے
اشک پلکوں پہ لا کے پیتا ہوں

غزل

تجھے اپنی حقیقت کا اگر اِدراک ہو جائے

تو دل بھی پاک ہو جائے نظر بھی پاک ہو جائے

یہ تیری کم نگاہی تجھ کو لے ڈوبے نہ کم ہمت

تو شاہیں بن تری پرواز بر افلاک ہو جائے

وہ میری آنکھ بن جائیں میں بس اس آنکھ سے دیکھوں

عطا یہ مرتبہ اے صاحبِ لولاک ہو جائے

مقدر ساتھ دے میرا مروں محبوب کے در پر

کہ بعد از مرگ اک اکسیر میری خاک ہو جائے

مکمل از سرِ نو ہو گیا ہے آشیاں میرا!

نظر برقِ تپاں سوئے خس و خاشاک ہو جائے

جنوں میں چاک کر ڈالوں گا دامانِ وجودِ عاجزؔ

جو آہِ صبحگاہی نالۂ بیباک ہو جائے

تصور ہی میں کر لیتا ہوں ان سے بات اس ڈر سے

کہیں عشق و محبت کا نہ پردہ چاک ہو جائے

غزل

آؤ ساجن ہاتھ پکڑ لو پیار کی راہ پہ چلنا ہے

جلنے والوں کو جلنے دو جن کی قسمت جلنا ہے

کون کسی کے ساتھ چلا ہے کس نے کس کا ساتھ دیا

ان سنسان کٹھن راہوں میں تنہا تنہا چلنا ہے

اوروں کا منہ تکنے والو کون سہارا دیتا ہے

ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے اپنے آپ سنبھلنا ہے

بانٹ سکا نہ بانٹ سکے گا درد کسی کا کوئی بھی

اپنی اپنی آگ میں سب کو تنہا تنہا جلنا ہے

طوفانوں سے گھبراؤ مت طوفانوں سے ٹکراؤ

ہمتِ مرداں مددِ خدا ہے ان کا رخ بدلنا ہے

بدلے بدلے ان کے تیور دیکھ کے جی گھبرایا کیوں

دہکے دہکے انگاروں میں شاداں شاداں جلنا ہے

پیار کی سونی سونی راہیں کب ہوں گی آباد پیا

دور دیس کے باسی آ جا ان راہوں میں چلنا ہے

کالی کالی مست گھٹاؤ جاؤ لوٹ کے واپس جاؤ
اب کے موسم گل میں ہم کو خود ساغر میں ڈھلنا ہے

ساقی میخانے میں آیا جام اٹھائے میخواروں نے
دیکھو سب کی قسمت جاگی دور جام جو چلنا ہے

میرے غم کی بات نہ چھیڑو میرا غم کیا پوچھو گے
پوچھ کے حال پریشاں میرا تم کو غم میں جلنا ہے

ہاتھ میں کاسہ لے کر عاجز گلی گلی بھٹکیں گے ہم
دید کی بھیک کی خاطر پیارے یہ بھی بھیس بدلنا ہے

قطعہ

نہ کر تنقید تو جام وسبو پر
ہنسی آتی ہے تیری گفتگو پر
مجھے خطرہ نہیں روز جزا کا
میرا ایمان ہے لاتقنطوا پر

غزل

وہ ہم کو خیالات کے رستے میں ملا ہے
پر کیف سے حالات کے رستے میں ملا ہے

منہ پھیر لیا کرتا تھا جو دیکھ کے مجھ کو
وہ آج عنایات کے رستے میں ملا ہے

پامال جو کرتا رہا جذبات کسی کے
پامال وہ جذبات کے رستے میں ملا ہے

پرواز کے انداز نئے سیکھ لو تم بھی
صیاد نئی گھات کے رستے میں ملا ہے

بدبخت عدو کے ہے مقدر میں سیاہی
بدبخت سیاہ رات کے رستے میں ملا ہے

شاید کسی مظلوم کی آہوں کا اثر ہے
ظالم جو مکافات کے رستے میں ملا ہے

ہر فرد فقط اپنے گماں کا ہے پجاری
ہر فرد توہمات کے رستے میں ملا ہے

رخسارِ درخشاں پہ ہیں زلفوں کی گھٹائیں
عرفان بھی ظلمات کے رستے میں ملا ہے

پر لطف سا ماحول ہے پر کیف فضا ہے
اک چاند حسین رات کے رستے میں ملا ہے

ساقی کی عنایت ہے کہ مدہوش سا ہم کو
واعظ بھی خرابات کے رستے میں ملا ہے

سیلاب نہ آجائے کہیں شہر میں، عاجزؔ
روتا ہوا برسات کے رستے میں ملا ہے

قطعہ

زندگی کی حسین راہوں پر
حادثے بھی حسین ہوتے ہیں
مسکراتے ہیں حوصلے والے
اور کم ظرف لوگ روتے ہیں

غزل

بہار میں جو نہ ہم شوقِ رنگ و بو کرتے
نہ چاک ہوتا گریباں نہ ہم رفو کرتے

علاجِ کورنگاہی جو چارہ جو کرتے
ہم اپنے آپ میں عالم کی جستجو کرتے

تمام عمر گذاری یہ آرزو کرتے
بٹھا کے سامنے ہم ان سے گفتگو کرتے

نگاہ تاب نہ لائی تجلیوں کی مگر
رہے ہیں پھر بھی تمنائے شعلہ رو کرتے

نگاہِ مست بھی ڈالی گئی نہ ساقی سے
اٹھے ہیں تشنہ لب آخر سبو سبو کرتے

ملا نہ حیف کوئی درد آشنا ہم کو
رہے ہیں سارے زمانے میں جستجو کرتے

زباں کو اذنِ تکلم نہ تھا تو اے عاجزؔ
تم ایک آہ میں تفصیلِ آرزو کرتے

غزل

جس کا تو طالب ہے اے دل اس کو تجھ سے عار ہے

وہ شہنشاہِ حسیناں اور تو نادار ہے

کوئی ہمدم ہے نہ کوئی مونس و غمخوار ہے

یہ جہاں مطلب کا ہے مطلب سے سب کو پیار ہے

میرے ارمانوں کا لاشہ دیکھ کر کہنے لگے

عاشقِ ناشاد ہے یا یہ کوئی بیمار ہے

میں قتیلِ ناز ہوں میں کشتۂ تیغِ ادا

عاشقی میں کونسا اب مرحلہ دشوار ہے

لو چلے آتے ہیں وہ بھی پرسشِ احوال کو

مجھ سا خوش قسمت بھی یارو کیا کوئی بیمار ہے

پی رہا تھا میں نظر سے ساقیِ گلفام کی

پھیر کر آنکھیں لگے کہنے عجب میخوار ہے

یہ بھی اک طرزِ ستم ہے یہ بھی اک بیداد ہے

سامنے بیٹھے ہیں لیکن دل لگی سے عار ہے

رنگ پھولوں کا اڑا غنچے بھی مرجھانے لگے

تیرا آنا بھی اے رشکِ گل چمن پر بار ہے

پھر مرے قاتل مری غمخواریاں کرنے لگے

پھر مرا خونِ جگر شاید انہیں درکار ہے

چپ رہو اور چپکے چپکے ظلم بھی سہتے رہو

چیخنا چلانا رونا سب یہاں بے کار ہے

پوچھتے ہو مجھ سے عاجزؔ کیا ہے ان کا مشغلہ

مسکرا کر دل چرانا انکا کاروبار ہے

قطعہ

محبت ہے اک جرم دلچسپ ایسا

کہ ہر فرد اس جرم کا مرتکب ہے

یہ وہ مے ہے جس کی طلب ہر کسی کو

اسے وہ بھی پیتا ہے جو محتسب ہے

غزل

کیا رکھوں امید بھلا میں اپنے یا بیگانے سے
کون کرے گا پیار کی باتیں پاگل سے دیوانے سے

پتھر دل ہے بے پرواہ ہے کیا ہوگا سمجھانے سے
اپنا بھرم گنوا بیٹھو گے دل کی بات بتانے سے

غم کی نگری سے تنگ آ کر تیرے در پر آن پڑے
ساقی اور کہاں اب جائیں ہم تیرے میخانے سے

شمع جلی پروانے پہنچے دل کی آگ بجھانے کو
دل کی آگ نہ بجھنے پائی جان گئی جل جانے سے

جام دئے اغیار کو ساقی تو نے بھر بھر محفل میں
میرے حصے میں وہ آئی جو چھلکی پیمانے سے

جان جاناں کیسا جانا بیٹھیں کوئی بات کریں
دل کو کچھ تسکین ہوئی ہے آپ کے ہی آ جانے سے

اپنی کہیے میری سنیے پھر تو کوئی بات بنے
آپ یونہی بدظن ہوتے ہیں لوگوں کے بہکانے سے

تیری رسوائی کے ڈر سے ہم نے کتنا ضبط کیا
دل کا درد چھپایا دل میں اس بیدرد زمانے سے

کالی کالی مست گھٹائیں جب گھر گھر کر آتی ہیں
عاجزؔ غم تازہ ہوتے ہیں یاد کسی کی آنے سے

قطعہ

اپنوں کی اپنایت پر میں پشیماں ہوگیا
کارنامے دیکھ کر ان کے پریشاں ہوگیا
کس سے امیدِ بھلائی اب کرے کوئی یہاں
جس کو بھی اپنا کہا وہ دشمنِ جاں ہوگیا

غزل

کنجِ قفس میں مجھ کو اتنا سکوں ملا ہے
تیر و کماں کا کھٹکا دل سے نکل گیا ہے

دل کو خیال ان کا مجھ کو خیال دل کا
لو ان کے ساتھ دل بھی مجھ سے جدا ہوا ہے

ان کے حسین خیالوں کی حسین یادو
یہ دل تڑپ تڑپ کر تم کو پکارتا ہے

تشہیر ہو نہ جائے اے آنسوؤ نہ بہنا
اب تک تو رازِ الفت دل میں چھپا ہوا ہے

کیسے گلہ کروں میں اغیار کے ستم کا
اپنوں نے ان سے بڑھ کر دل پر ستم کیا ہے

چھیڑو نہ ہمصفیرو ذکرِ چمن خدارا
اجڑا ہوا نشیمن پھر یاد آ رہا ہے

تو نے بھلا دیا ہے مجھ ناتواں کو لیکن
تیرا خیال مجھ کو عاجزؔ بنا رہا ہے

غزل

تذلیلِ حسن و عشق کا ساماں نہ کیجئے
جوشِ جنوں میں چاک گریباں نہ کیجئے

رویئے غمِ حبیب میں عجز و نیاز سے
شور و فغاں سے خود کو نمایاں نہ کیجئے

کم ظرف شکوہ سنجِ ستم ننگِ عشق ہیں
میرا شمار ان میں میری جاں نہ کیجئے

تہذیبِ نو کے روپ میں اے نونہالِ قوم
انسانیت کی نعش کو عریاں نہ کیجئے

اپنے لہو سے بزمِ شبستاں سجائیے
احسانِ غیر اٹھا کے چراغاں نہ کیجئے

ضبطِ دلِ صبور کا یوں امتحاں نہ ہو
شانوں پہ گیسوؤں کو پریشاں نہ کیجئے

عاجزؔ میرے خلوص کا کچھ تو جواب دو
خاموش ہو کے مجھ کو پشیماں نہ کیجئے

غزل

تم بارِ عشق سر پہ اٹھاؤ تو بات ہے

طے کر کے راہِ شوق دکھاؤ تو بات ہے

ہمت سے کام کر کے دکھاؤ تو بات ہے

تارے فلک سے توڑ کے لاؤ تو بات ہے

جو میرے دل کے سوئے ہوئے تار چھیڑ دے

ایسا تم ایک گیت سناؤ تو بات ہے

جس کا نشہ اتر نہ سکے پی کے حشر تک

ایسی ہمیں شراب پلاؤ تو بات ہے

غم تو مجھے تمام زمانے کا دے دیا

اس کا مگر علاج بتاؤ تو بات ہے

کیا تک رہے ہو تم لبِ ساحل کھڑے کھڑے

کشتی بھنور سے چھین کے لاؤ تو بات ہے

سوئے ہوئے دلوں کو جو بیدار کر سکیں

عاجزؔ اب ایسے شعر سناؤ تو بات ہے

غزل

جب ہماری بات کے چرچے ہوئے

ساتھ تیری ذات کے چرچے ہوئے

عشقِ باہمت کی جرأت کے طفیل

کوزۂ گجرات کے چرچے ہوئے

شوق بے قابو ہوا حد سے بڑھا

پھر مرے جذبات کے چرچے ہوئے

عشق بولا تو چڑھا وہ دار پر

حسن کی ہر بات کے چرچے ہوئے

چھا گئے کالے اندھیرے چار سو

ہر طرف ظلمات کے چرچے ہوئے

سب اجالے منہ چھپا کر چل دیے

دن گیا اور رات کے چرچے ہوئے

اشک عاجزؔ بہہ گئے کس آنکھ سے

پھر حسیں برسات کے چرچے ہوئے

غزل

جن گلوں میں ہم تمناؤں کا خوں بھرتے رہے
وہ ہماری آرزؤں کا لہو کرتے رہے

ہم کہ تھے مدہوش لیکن اس قدر تو ہوش تھا
اُنکا نقشِ پا ملا تو ہم جبیں دھرتے رہے

ہم نے نوکِ خار کو بخشا لباسِ گلستاں
کتنے ناداں شکوۂ جورِ خزاں کرتے رہے

جذب و مستی کے تقاضے کس قدر بڑھتے گئے
ہم جنوں میں بھی جنوں کی آرزو کرتے رہے

خونِ دل سے ہم نے صحرا کو گلستاں کر دیا
آبلہ پائی سے جو ڈرتے رہے ڈرتے رہے

تھا تصور میں جو اک رنگیں ادا سیمیں بدن
گفتگو تخئیل ہی میں اس سے ہم کرتے رہے

اس وفا کے شہر کا دستور ہے عاجزؔ عجب
جیت کو بھی ہار ہی تسلیم ہم کرتے رہے

غزل

ہر شاخِ گلستاں سے یہ راز نمایاں ہے
یہ دورِ خزاں کا ہے یا دورِ بہاراں ہے

ہر پھول فسردہ ہے ہر برگ ہے لرزیدہ
"یہ دورِ گلستاں بھی کیا دورِ گلستاں ہے"

تپتے ہوئے صحرا میں لے آیا جنوں مجھکو
اب آبلہ پائی ہے اور خارِ مغیلاں ہے

یادوں کے اجالے سے محسوس یہ ہوتا ہے
تخئیل کی وادی میں اک شمعِ فروزاں ہے

اک ناز ہمیں بھی ہے اک ناز اسے بھی ہے
ہم عجز پہ نازاں ہیں وہ کبر پہ نازاں ہے

اک دوشِ نبیؐ مرکب اک نوکِ سناں مرکب
وہ صبحِ طرب تیری یہ شامِ غریباں ہے

اشعار مرے سن کر عاجزؔ وہ تڑپ اٹھے
دل ہاتھ سے جاتا ہے یہ کون غزل خواں ہے

غزل

ہم آرزو کے نقش ابھارے چلے گئے

تیرا خیال دل میں اتارے چلے گئے

جب ناخدا بھنور کو پکارے چلے گئے

کشتی کے ساتھ ساتھ کنارے چلے گئے

اک آرزو رہی تو تیری آرزو رہی

جتنے خیالِ خام تھے سارے چلے گئے

کچھ تلخیوں میں کٹ گئی کچھ انبساط میں

یوں زندگی کو ہم بھی گزارے چلے گئے

جب شمع جل رہی تھی تو پروانے ساتھ تھے

بجھنے کے بعد چھوڑ کر سارے چلے گئے

بزمِ جہاں میں جب نہ بنی انکی کوئی بات

اٹھ کر غمِ حیات کے مارے چلے گئے

عاجزؔ وہ آ رہے ہیں ذرا اشک پونچھ لو

لو صبح ہوگئی ہے ستارے چلے گئے

غزل

نرم ہوتا ہے وہ ظالم کہ خفا ہوتا ہے

نامہ بر جا تو سہی دیکھ تو کیا ہوتا ہے

مکر ہوتا ہے فریب اور ریا ہوتا ہے

واعظا اور تری بزم میں کیا ہوتا ہے

دل چرا کر وہ صنم ہم سے خفا ہوتا ہے

اور گر مانگیں تو پھر اس سے سوا ہوتا ہے

ضبط کرتا ہوں تو جلتا ہے جگر سینے میں

آہ بھرتا ہوں تو وہ شوخ خفا ہوتا ہے

اشک پلکوں پہ نہ آئیں نہ شکایت لب پر

عشق کی راہ میں ہر ظلم روا ہوتا ہے

جاں تو اک بار چلی جاتی ہے پروانے کی

شمع کے ساتھ مگر ذکر سدا ہوتا ہے

ایک تنہا وہ مسافر ہوں میں عاجزؔ جو کہ

راستہ بھول کے چپ چاپ کھڑا ہوتا ہے

غزل

ٹکرائی جب نظر سے نظر کچھ نہ پوچھئے
ہم کو رہی نہ اپنی خبر کچھ نہ پوچھئے

اس شوخ کی نگہ کا اثر کچھ نہ پوچھئے
کھویا گیا سکونِ جگر کچھ نہ پوچھئے

کتنی سہی ہیں راہِ محبت میں آفتیں
کتنا کٹھن ہے اس کا سفر کچھ نہ پوچھئے

بھٹکا ہوا ہوں راہ سے گم کردہ راہ ہوں
منزل میری کہاں ہے کدھر کچھ نہ پوچھئے

ہم نے جو کی ہے نیتِ تعمیرِ آشیاں
رقصاں ہوئے ہیں برق و شرر کچھ نہ پوچھئے

کنجِ قفس میں گزری ہے کیا ہم پہ ہمصفیر
"آئی تو تھی بہار مگر کچھ نہ پوچھئے"

عاجزؔ نے کی ہیں رات بھر اختر شماریاں
کی اس نے کس طرح سے سحر کچھ نہ پوچھئے

غزل

بے کیفیٔ خزاں تو ابھی برقرار ہے
اے باغباں یہ کیسی چمن میں بہار ہے

اب تیری یاد میں بھی نہیں ہے سکونِ دل
آجا کہ تیری یاد بھی اب سوگوار ہے

لکھی ہے تیرے سامنے جو بیٹھ کر غزل
بس میرے فن کا ایک یہی شاہکار ہے

آثار پھر ہیں آمدِ فصلِ بہار کے
ہر پیرہن خیال کا پھر تار تار ہے

تیار پھر سے خرمنِ دل بھی ہے دوستو
انکی نگاہِ ناز اگر شعلہ بار ہے

اب کون دیگا آکے درِ دل پہ دستکیں
کس انتظار میں یہ دلِ بے قرار ہے

حاجت نہیں ہے جام کی عاجزؔ کو ساقیا
پیتا ہے جو نظر سے یہ وہ میگسار ہے

فراق (ھندی)

ترست ہے جیا را درشن کو میں تڑپت ہوں دن رین پیا
میں بیٹھی نیر بہاؤں رے مو ہے آئے نہ اک پل چین پیا
میں ریکھا تمرے چرنوں کی توری راہ میں موری کلیارے
میں آس لگائے بیٹھی ہوں مورے انگنا آ اک رین پیا
من بگیا سونی ہے اور ڈالی ڈالی پت جھڑ ہے
کانٹوں کی چبھن ہے رگ رگ میں انگ انگ کرے ہے بین پیا
مورے مست سپیرے بین بجا مورے منوا کو بھرمائے جا
میں بن کے ناگنیا ناچوں رے مورے جی کو ملے سکھ چین پیا
موہے سکھیاں طعنے دیوت ہیں میں سنوت ہوں چپ ہووت ہوں
توری یاد میں عاجزؔ روتی ہوں چھم چھم ہیں برستے نین پیا

غزلیں

مہر محمد عاجز باروی

زیرِ عتاب جس لیے آنا پڑا مجھے
وہ دانہ تھا نصیب کا، کھانا پڑا مجھے

آباد کرنے کے لیے سنسان زمین کو
خلدِ بریں کو چھوڑ کے آنا پڑا مجھے

کر کے قول پیش کشِ عشق شوق سے
اپنے گلے فراق لگانا پڑا مجھے

جوشِ جنوں میں مَیں نے الاپا جو ایک راگ
وہ راگ پھر صلیب پہ گانا پڑا مجھے

کن کن کٹھن مصیبتوں کو جھیلتے ہوئے
اے زیست تیرا ساتھ نبھانا پڑا مجھے

تسلیم کر کے منشائے خلاقِ لم یزل
کرب و بلا کا بار اٹھانا پڑا مجھے

عاجزؔ وطن کو چھوڑ کے، قربان گاہ میں
معصوم اک جلوس لے جانا پڑا مجھے

مرے کھاتے میں بھی کوئی حسیں الزام رہنے دے
محبت جرم ہے گر تو یہ میرے نام رہنے دے

اکیلا ہوں، اُداسی ہے، طبیعت میں ہے گھبراہٹ
مرے ہم راہ ایسے میں کوئی گل فام رہنے دے

بہت ممنون ہوں ساقی ترا یہ بھی غنیمت ہے
مرے حصے میں بادہ خام ہے تو خام رہنے دے

لگا کر دام تُو میرے نہ بازاروں میں لے جانا
میں تو اَن مول یوسف ہوں نہ کر نیلام رہنے دے

نہ کر تشہیر تو میری مجھے شہرت سے نفرت ہے
میں گم نامی ہی میں اک نام ہوں یہ نام رہنے دے

یہ جھوٹی شہرتیں ملتی ہیں بازاروں میں اے عاجزؔ
مجھے ان کی نہیں حاجت مجھے گمنام رہنے دے

مہر محمد عاجز باروی

سلام

رحمت اللعالمیں سرکار پر لاکھوں سلام
خالقِ کونین کے شہکار پر لاکھوں سلام

وہ ظہور اوّلیں محبوبِ ربّ العالمیں
نُورِ علیٰ نُور کے اِظہار پر لاکھوں سلام

ہاتھ جن کے ہیں یدُ اللہ اور وَجہُ اللہ مُنہ
اُن کے سیماء ولب ورخسار پر لاکھوں سلام

وَالضّحٰی وَالّیل کے القاب ہیں جن کے لیے
رُوئے انور گیسوئے خم دار پر لاکھوں سلام

میٹھی میٹھی پیاری پیاری دل لُبھاتی گفت گو
پھُول برساتی ہوئی گفتار پر لاکھوں سلام

سارا قرآں پاک ہے تفسیرِ اخلاقِ عظیم
بے نظیرو بے مثال اَطوار پر لاکھوں سلام

قُربتیں اتنی بڑھیں کہ فاصلے سب مٹ گئے
قابَ قوسین اَو اَدنیٰ پیار پر لاکھوں سلام

خانہ کعبہ، حجرِ اسود، کوہِ مروہ اور صفا
عظمتوں کے یادگار آثار پر لاکھوں سلام

جبلِ رحمت، جبلِ نورو غارِ ثور و کوہ اُحد
پاک نسبت والے ان کہسار پر لاکھوں سلام

جس مبارک غار میں قرآن اُترا پہلی بار
اُس مبارک شان والی غار پر لاکھوں سلام

خُود خُدا قسمیں اٹھائے جس مقدس شہر کی
اس کے پیارے کوچہ وبازار پر لاکھوں سلام

ہو نہیں سکتی بیاں توصیف روضہ پاک کی
سبز گنبد جالی و مینار پر لاکھوں سلام

رات دن انوار کی بارش برستی ہے وہاں
اس برستی بارشِ انوار پر لاکھوں سلام

جملہ اصحابِ نبی وجملہ عشاقِ رسول
اولیاء اللہ، سب ابرار پر لاکھوں سلام

یارِ غار و عمر و عثمان و علی المرتضیٰ
جانشینانِ نبی مختار پر لاکھوں سلام

اُمّہاتُ المومنین واہلِ بیت و پنجتن
آلِ اطہر عترتِ اطہار پر لاکھوں سلام

شاہِ مرداں شیرِ یزداں صاحبِ سیفِ نبی
فاتح خیبر حیدرِ کرّار پر لاکھوں سلام

پیکرِ صبرو رضا حضرت حُسین ابنِ علی
قافلۂ عشق کے سالار پر لاکھوں سلام

سلسلہ سادات کا قائم رہا جس ذات سے
اس مسافر عابدِ بیمار پر لاکھوں سلام

ہے محبت کا تقاضا رات دن پڑھتے رہیں
اپنے آقا مونس وغمخوار پر لاکھوں سلام

ربِّ اکبر اور فرشتے بھی تو پڑھتے ہیں درود
ہم بھی عاجز سب پڑھیں سرکار پر لاکھوں سلام

غزلیں

مہر محمد عاجز باروی

کسی محبوب کا آنکھوں میں گھر ہو
کوئی اپنا بھی مسجودِ نظر ہو

بہت مشکل سفر ہے زندگی کا
سفر میں ساتھ کامل راہ بر ہو

مُبّرا دل ہو گر حرص و ہوا سے
سکوں سے زندگی ساری بسر ہو

ہے خستہ حال مرغانِ چمن کا
کرم کی باغباں اُن پر نظر ہو

اچانک ہچکیاں آنے لگی ہیں
کسی کی یاد کا شاید اثر ہو

زمیں کا ہو مکیں یا آسماں کا
نہیں ممکن کہ وہ فوق البشر ہو

نوازا ہے تجھے عاجزؔ جو اس نے
یہ ممکن ہے محبت کا ثمر ہو

گو بظاہر زندگی سے رابطہ رہ جائے گا
خونِ دل رِستا رہا تو دل میں کیا رہ جائے گا؟

چارا گر نہ کر سکیں گے دردِ فرقت کا علاج
ہچکیاں لیتا مریضِ لادوا رہ جائے گا

ڈوب جائیں گی مریض غم کی نبضیں ایک دن
اور بالیں پر مسیحا چپ کھڑا رہ جائے گا

مصلحت کی خود فریبی میں خودی کھو جائے گی
اپنے ہونٹوں پر فقط لفظِ اَنا رہ جائے گا

نفرتوں کی آندھیاں یونہی اگر اُٹھتی رہیں
کون صحرائے وفا میں باوفا رہ جائے گا

اپنے اندر جب مجھے اُس کا پتا مل جائے گا
اُس کے میرے درمیاں کیا فاصلہ رہ جائے گا؟

داستانِ حسرتِ دل پوچھ مت عاجزؔ کہ تُو
خوں چکاں آنکھوں سے آنسو پونچھتا رہ جائے گا

مہر محمد عاجز باروی

روشنی کا سفیر ہے مجھ میں
کوئی روشن ضمیر ہے مجھ میں

ہیر کرنے لگی طواف مرا
گویا رانجھا فقیر ہے مجھ میں

سَر تاپا مجھ کو خاک مت سمجھو
خاک عشرِ عشیر ہے مجھ میں

جو کہیں بھی نہیں سما سکتا
'وہ رہائش پذیر ہے مجھ میں'

گو خلافت مری زمیں پر ہے
آسمانی مشیر ہے مجھ میں

دیکھنے میں اکیلا لگتا ہوں
اک ہجومِ کثیر ہے مجھ میں

ہُوں میں جس کا خیال اے عاجزؔ
وہ مصور اسیر ہے مجھ میں

غزلیں

مہر محمد عاجز باروی

ہے وصل آب و باد کا شکلِ حباب میں
مضمر ہے رازِ زندگی پانی کے باب میں

چہرہ دکھا کر اس نے چھپایا نقاب میں
جیسے چمک کے چھپ گئی بجلی سحاب میں

بے تابیٔ فراق میں اُکتا نہ جائے دل
کب تک چھپے رہو گے یونہی تم حجاب میں

یہ عشق کی کشش ہے یا کہ حسن کی عطاء
جلوے مچل رہے ہیں تمہارے نقاب میں

روشن ہیں سب کے سب گناہ چاند کی طرح
ہم نے کیئے تھے جو بھی شبِ ماہتاب میں

اے رحمتِ تمام اگر اک نگاہ ہو
میرے گناہ ہیں بھلا پھر کس حساب میں

میں طالب کرم ہوں کرم مجھ پہ کیجیے
اُلجھایے نہ مجھ کو حساب و کتاب میں

اُس رند کی نگاہ کو عاجزؔ میں چوم لوں
ساقی کو دیکھتا ہے جو جامِ شراب میں

روشنی کا منار آنکھوں میں
چاند کوئی اُتار آنکھوں میں

جس کی تمثیل مل سکے نہ کہیں
نقش ایسا اُبھار آنکھوں میں

محو کس کے خیال میں ہے دل
کس کا ہے انتظار آنکھوں میں

کس کے غم میں اُداس ہیں آنکھیں
کون ہے بے قرار آنکھوں میں

راہ تکتے ہوئے گیا ہے بَن
حسرتوں کا مزار آنکھوں میں

جانے کِس کِس کے خواب دیکھے ہیں
خواب ہیں بے شمار آنکھوں میں

میری آنکھیں نگار خانہ ہیں
سج رہے ہیں نگار آنکھوں میں

اُس نے کیسی نظر سے دیکھا ہے
کر لیا ہے شکار آنکھوں میں

گُل بدن کوئی آگیا عاجزؔ
آگئی ہے بہار آنکھوں میں
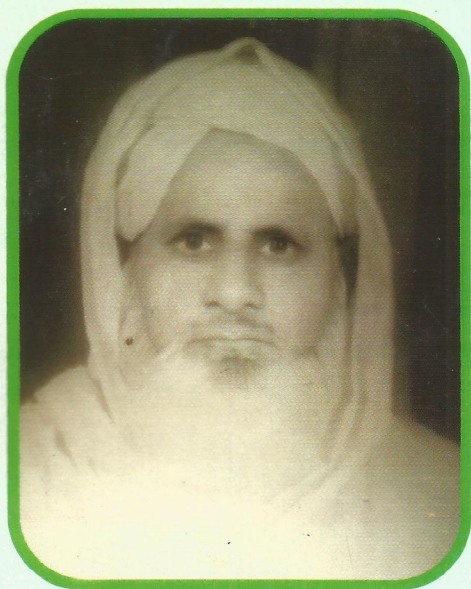
مہر محمد عاجزؔ باروی

سید نوید احمد شاہ صاحب

محمد اقبال شاہد صاحب

محمد نوید اقبال، محمد سعید اقبال، محمد فرید اقبال